

پراسرار انسان



مہنگا مارا قسط نمبر 0

urdufanz.com

میں اسے ہلاک کر کے ہی دم لوں گی۔ بستی والوں
سے کہہ دو کہ آسمان کی روح انہیں اس بلا سے ضرور
نجات دلائے گی۔

عورت نیم روشنی میں آنکھیں پھاڑے ماریا کو
یہاں وہاں دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اتنے میں گھر
کے دوسرے لوگ بھی بیدار ہو گئے۔

وہ عورت سے پوچھنے لگے کہ وہ کس سے باتیں کر
رہی ہے؟ عورت نے انہیں ساری کہانی سنا ڈالی کہ
کس طرح ایک آسمانی روح نے اس کی جان خوفناک
بلا سے بچائی ہے اور وہ روح اس وقت بھی گھر میں
موجود ہے۔

ڈریکولا

عورت نے ہوا میں آواز سنی اور اپنے سر پر کسی نظر
نہ آنے والی روح کے ہاتھ کا دباؤ محسوس کیا تو وہ
خوفزدہ ہو گئی۔

ماریا نے ایک بار پھر اسے بڑی محبت سے کہا۔
گھبراؤ نہیں بہن! میں اب جا رہی ہوں، وہ بلا
قبرستان میں گئی ہے۔

اتنے میں بستی کی کچھ عورتیں بھی وہاں جمع ہو گئیں۔

”یہ چیخ کیسی تھی بہن؟ کیا ہوا بہن؟ خیر تو ہے بہن!“

اس قسم کی آواز بلند ہونے لگیں۔ ماریا ایک طرف کھڑی یہ سارا تماشا دیکھ رہی تھی۔

ماریا نے انہیں سمجھایا کہ ان کی بستی پر ایک خون پسینے والی بلا نے حملہ کر دیا ہے۔

پہلی عورت کو بھی اسی بلا نے ہلاک کیا تھا۔ باوہ اسے ہلاک کرتے آئی تھی۔

”یہ تم کیا کہہ رہی ہو بہن؟“

بستی کی عورتوں کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ ماریا نے ساری بات کھول کر بیان کر دی اور کہا کہ ایک آسانی روح نے اس بستی کو برباد ہونے سے بچا لیا ہے۔

”روح؟ یہ کسی کی روح ہے؟ کہاں ہے روح؟“
نہیں نہیں بھلا روحیں بھی کبھی مکانوں میں واپس آئی ہیں۔ ضرور تم نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے بہن۔“
عورت نے کہا۔

”نہیں بہن! میں نے خواب نہیں دیکھا۔ ایک ڈراؤنی آنکھوں اور لمبے نوکیلوں دانتوں والی بلا اپنا کالا کپڑا پھیلائے اس پر جھک گئی تھی۔

اور اس کی گردن میں دانت گاڑ کر خون پینا چاہتی

تھی کہ آسمانی روح نے بچالیا۔

ایک عورت نے پوچھا۔

”اب وہ بلا کہاں چلی گئی ہے؟“۔

عورت بولی۔

وہ یہاں سے بھاگ چکی ہے۔ آسمانی روح نے

اسے شدید زخمی کر دیا ہے۔ وہ قبرستان کی جانب اڑ کر

چلی گئی ہے۔

آسمانی روح نے کہا ہے کہ وہ اس کا پیچھا کرے

گی اور وہ جہاں کہیں بھی ہوگی، اسے ڈھونڈھ کر موت

کے گھاٹ اتار کر ہی دم لے گی۔

عورتیں ڈر گئیں۔

”ہن! اس ہستی کو کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ ہمیں

گر بے میں جا کر خداوند کے حضور اپنے گناہوں کی

معافی مانگنی چاہیے۔

ایک عورت جو بڑی تنگ مزاج اور شکی دل کی

مالک تھی کہنے لگی۔

گر بے میں جا کر ہم ضرور دعا کریں گے مگر یہ جو

کہہ رہی ہے کہ اس گھر میں آسمانی روح آئی ہوئی ہے

اور یہ کہ اسے اس آسمانی روح نے بچایا ہے، یہ جھوٹ

ہے۔

مجھے اس قسم کی جھوٹی کہانیاں بالکل پسند نہیں

ہیں۔ اگر فرض کر لیا کہ کوئی خونی تھی جس نے حملہ کر دیا

تھا تو وہ ہم سے ڈر کر ہمیں آتا دیکھ کر بھاگ گئی ہوگی۔
 ماریا کو اس عورت پر بڑا غصہ آیا۔ کم بخت مانتی
 نہیں تھی۔ وہ اس عورت کے قریب آ کر کھڑی ہو
 گئی۔

شکی عورت نے کہا۔
 ”ہمیں کیسے معلوم ہو کہ روح تمہارے کمرے
 میں ہے۔“
 عورت بولی۔

بے گناہ عورت نے کہا۔

میں سچ کہہ رہی ہوں۔ آسمانی روح اس کمرے
 میں آئی تھی۔ اس نے خون پینے والی بلا پر چھری سے
 حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا تھا۔

”میں نے خود روح سے باتیں کی ہیں۔“
 ”تمہارا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ تم ڈری ہوئی
 تھیں۔ ہو سکتا ہے، یہ تمہیں ایسا محسوس ہوا ہو کہ کوئی
 بھولی بھٹکی روح تم سے باتیں کر رہی ہے۔“
 عورت نے کہا۔

خونی بلا قبرستان کی طرف اڑ گئی ہے۔ روح نے
 کہا ہے کہ وہ اسے ضرور کر دے گی تاکہ بستی والوں کو
 اس کے ظلم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے۔

میری بہنو! میری بات کا یقین کرو۔ میں تمہیں
 غلط نہیں کہہ رہی۔ روح نے مجھ سے باتیں کی ہیں۔ وہ

ہم ہستی والوں سے پیار کرتی ہے۔

وہ ہمارا بھلا چاہتی ہے۔ اس لیے ہمارا فخر ہے کہ اس کے وجود پر یقین کریں۔

شکی عورت کے ساتھ اب دوسری عورتیں بھی شامل گئیں۔

وہ قہقہے لگا کر ہنسنے لگیں۔ ماریا کو اس شکی عورت پر بڑا غصہ آیا۔ وہ اسے ایسا سبق سکھانا چاہتی تھی جسے ساری زندگی یاد رکھ سکے۔

ماریا نے پیچھے سے آکر شکی عورت کی بالوں کی چوٹی اپنے ہاتھ میں پکڑ کر زور سے کھینچی۔

عورت دھچکا لگنے سے چیخ مار کر زمین پر گر پڑی۔

ماریا نے کہا۔

”کیا اب بھی تمہیں یقین نہیں آیا کہ اس کمرے میں کوئی روح موجود ہے؟“

شکی عورت ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی۔

”مقدس روح! مجھے معاف کر دو۔“

ماریا نے کہا۔

”میں مقدس روح نہیں ہوں۔ بلکہ ایک عام عورت ہوں، بالکل تمہاری طرح۔ مجھے میں اور تجھ میں صرف یہ فرق ہے کہ تم نظر آتی ہو اور میں کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔“

عورتوں نے جب روح کی آواز سنی تو بھاگ کر

دیوار کے ساتھ لگ گئیں۔

وہ خوف سے کانپنے لگیں۔ ماریا نے کہا۔

میری بہنو! خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔

میں تمہاری مدد کرنے کے لیے یہاں آئی ہوں۔

میری بات غور سے سنو۔ اس بستی کے قبرستان

میں ایک خوفناک بلا رہتی ہے جو انسان کا خون پی کر

خوش ہوتی ہے۔

اس کی خوراک انسان کا خون ہے۔ وہ اس سے

پہلے بستی کی ایک عورت کا خون پی کر اسے ہلاک کر چکی

ہے۔

اب وہ دوبارہ آئی تھی۔ میں نے اسے ادموا کر

دیا۔ وہ بھاگ گئی ہے۔ میں اس کی تلاش میں ہوں۔

تم بے فکر ہو کر سو جاؤ۔

ساری عورتیں دم بخود ہو کر ماریا کی آواز سن رہی

تھیں۔ ماریا انہیں پریشان و حیران چھوڑ کر بستی سے

نکل کر قبرستان کی طرف روانہ ہو گئیں۔

رات گزرتی جا رہی تھی۔ آسمان پر ستارے جھللا

رہے تھے۔

سرد ہوا چل رہی تھی۔ ماریا قبرستان کی دیوار سے

گزر کر قبرستان میں داخل ہو گئی۔ یہاں ایک خوفناک

سناٹا چھایا ہوا تھا۔

قدم قدم پر قبروں کے کتبے کھڑے تھے۔ کچھ کتبے

قبرستان کی چیخ

ماریا خون کے دھبوں کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔
یہ نشان ایک درخت کے پیچھے جا کر غائب ہو
گئے۔

کیا خونی بلا یہاں سے اڑ گئی ہے؟

اس نے سوچا۔ وہ درخت کی اوٹ میں ہو گئی۔
وہاں رات کا گہرا اندھیرا تھا مگر ستاروں کی دھیمی دھیمی

گھر پڑے تھے۔ الو کی آواز نے ماریا کو بھی چونکا دیا۔
بلکہ تھوڑا سا ڈرا بھی دیا۔ الو ایک درخت کی کھوکھلی میں
بیٹھا نیچے دیکھ رہا تھا۔ اس نے ماریا کو دیکھا تو نہیں تھا
مگر کسی انسان کی موجودگی کا احساس اسے ضرور ہو رہا
تھا۔ ماریا سیدھی قبرستان کے درمیانی حصے کی طرف آ
گئی۔ یہاں بڑے بڑے خونی کاؤنٹ ڈریکولی کی قبر بھی
تھی۔ سوچا کہ چونکہ ارزخمی ہو کر ضرور اس کی قبر پر گیا
ہو گا۔ اس نے غور سے دیکھا۔ سفید برف پر سرخ
خون کے بڑے بڑے دھبے صاف نظر آ رہے تھے۔
یہ خون کے دھبے قبرستان کے مغربی کنارے کی
طرف جا رہے تھے۔

روشنی اور سفید برف کی وجہ سے ماریا کو ہر شے دھندلی دھندلی سی دکھائی دے رہی تھی۔

اس نے جھک کر غور کر سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ خون کے نشان برف کے اندر دھنسے ہوئے ہیں۔

یہاں برف نرم تھی اور خونی بلا کے پاؤں یہاں دھنس دھنس جاتے ہوں گے۔

وہ آگے چل پڑی۔

آگے جھاڑیوں کا ایک جھنڈ تھا۔ خون کے دھبے اس جھنڈ میں چلے گئے تھے۔

ماریا نے جھاڑیوں میں آ کر گھور گھور کر ادھر ادھر دیکھا۔ پتھر کے ایک چبوترے پر قبر بنی تھی۔ ماریا

چبوترے پر چڑھ گئی۔ قبر کی پتھر لی چھت ایک جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھی۔

ماریا نے دیکھا کہ چبوترے پر جگہ جگہ خون کے نشان پھیلے تھے۔ خونی بلا ضرور اسی قبر میں گھسی ہوئی ہے۔

اس نے ٹوٹی ہوئی قبر میں سے جھانک کر دیکھا۔ اندر گہری تاریکی اور شدید اندھیرا تھا۔ اس نے کان لگا کر سنا۔

اندر سے ایسی آواز آرہی تھی۔ جیسے کسی کا زرخرہ کٹا

ہوا ہے اور وہ زور زور سے بڑی تکلیف کے ساتھ سانس لے رہا ہے۔

کیا غسل کرنے کے بعد کپڑے تبدیل کئے۔ آج بھی موسم ابر آلود تھا اور سرد ہوا چل رہی تھی۔

اس ملک کے موسم سے وہ بہت تنگ آ چکی تھی۔ سوائے دھند بادلوں اور سرد ہوا کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔

سورج نے کئی روز سے اپنی شکل نہیں دکھائی تھی۔ دوپہر تک وہ سوئی رہی۔ دوپہر کے کھانے کے بعد اس نے قلعے کے مختلف کمروں کی سیر شروع کر دی۔

یہ ایک بہت بڑا قلعہ تھا اور اس قدر بوسیدہ ہو چکا تھا کہ اکثر کمروں کی دیواریں اور چھتیں ڈھسے چکی تھیں۔ صرف درمیان والا حصہ صحیح سلامت تھا۔ اس

ماریا پیچھے ہٹ گئی۔ خونی بلا دم توڑ رہی تھی۔ اس نے اندر جانے کی ضرورت محسوس نہ کی اور یہ کام اگلے دن پر ملتوی کرتے ہوئے وہ چیوٹرے سے اتر لی اور واپس قلعے کی جانب روانہ ہو گئی۔

اسنے اپنی زندگی میں بڑے بڑے دل ہلا دینے والے منظر دیکھے تھے۔ لیکن کھلی قبر کے اندر سے رات کی تاریکی میں آنے والی خرخرامٹ کی آواز نے ایک بار اس کی بدن پر بھی کپکی طاری کر دی تھی۔

وہ بہت تھک گئی تھی۔ قلعے میں جاتے ہی وہ گہری نیند سو گئی۔

اگلے دن وہ کافی دن چڑھے انھی۔ اس نے ناشتہ

نے ایک کمرہ دیکھا جس کے باہر موٹا سا تالا لگا تھا۔
خدا جانے اس کمرے کے اندر کیا تھا۔ کچھ تھا
بھی۔ کسی نے تالا ڈال دیا تھا جو اس قدر زنگ آلود ہو
چکا تھا۔ شاید کھلنے سے انکار کر دے۔

ماریا واپس اپنے کمرے میں آ کر آرام کرنے
لگی۔ وہ شام تک پھر سوتی رہی۔ شام گہری ہو گئی تو
اٹھ کر قلعے سے باہر آئی اور قبرستان کی طرف روانہ ہو
گئی۔

اسے معلوم تھا کہ رات ہوتے ہی خونی بلا ضرور
اپنی قبر سے باہر نکلے گی۔ وہ آج اس بلا کو ہمیشہ کے
لیے خاتمہ کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی تاکہ بستی کے لوگ

اس کے ظلم و ستم سے نجات حاصل کر سکیں۔

قبرستان میں گہرا سناٹا چھا چکا تھا۔

برف درختوں سے کافی پکھل گئی تھی۔ درختوں کی
ٹہنیاں اندھیرے میں سیاہ دکھائی دے رہی تھیں۔
ماریا نے قبرستان میں داخل ہونے سے پہلے بستی کی
طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

بستی میں کہیں کہیں مکانوں میں روشنی ہو رہی
تھی۔ وہاں بھی گہری خاموشی تھی۔ کبھی کبھی دور کسی
کتنے کے بھونکنے کی آواز سنائی دے جاتی تھی۔

ماریا قبرستان کی دیوار سے گزر کر ٹوٹی پھوٹی
قیروں میں سے ہوتی ان جھاڑیوں کے پاس آ گئی

جہاں کھلی قبر تھی۔

اس نے کھلی قبر میں جھانک کر دیکھا۔ اندر سے
خرخراہٹ کی آواز بالکل نہیں آ رہی تھی۔ اسے برف
پر نشان بھی نظر آئے۔

وہ چونک پڑی۔ تو کیا خونی بلا ایک بار پھر باہر نکل
گئی تھی؟

کیا اس قدر زخمی ہونے کے باوجود وہ اپنے شکار
کی تلاش میں چلی گئی ہے؟۔

اس نے پلٹ کر دیکھا بستی کو جانے والا راستہ
سناں تھا۔

ماریا برف پر قدموں کے نشان دیکھ کر آگے

بڑھنے کی کوشش کرنے لگی۔ بہت جلد نشان برف میں
گدگد ہو گئے۔

کیونکہ وہاں اس کے اپنے قدموں کے بھی بے
شمار نشان تھے۔ آخر چلتے چلتے وہ بستی کے کنارے پہنچ
گئی۔

یہاں ایک چھوٹی سی پلٹا تھی۔ جس کے نیچے سے
ایک نالہ گزرتا تھا۔ نالہ سوکھا ہوا تھا اور جنگلی جھاڑیوں
نے اسے ڈھانپ رکھا تھا۔
وہ پلٹا پر بیٹھ گئی۔

اچانک اسے کسی بچے کے ہولے ہولے رونے
کی آواز سنائی دی۔

وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے کان لگا کر سنا۔

جدھر سے آواز آ رہی تھی، وہ ادھر کو چل پڑی۔ کچھ ہی دور جا کر کیا دیکھتی ہے کہ جھاڑیوں میں ایک جگہ سے اسی خونی چوکیدار نے ایک بچے کو زمین پر لٹا رکھا ہے۔

اس کے اوپر لبادہ ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے بچہ سات آٹھ سال کا تھا۔ وہ زور زور سے ہاتھ پاؤں مار کر لبادے کو دور کر رہا ہے۔

شاید اس تیز بو کی وجہ سے جو اس لبادے میں سے آ رہی تھی۔

خونی بلانے نہ جانے کہاں سے اس بچے کو اغوا کر لیا تھا۔ اور اب اس کا خون پینے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ ماریا نے محسوس کیا کہ خونی بلا شدید زخمی حالت میں ہے۔

اس کا بازو ٹھیک طرح سے اوپر نہیں اٹھا رہا تھا اور اس سے ٹھیک طرح سے بیٹھا بھی نہیں جا رہا تھا۔ ماریا کا چاقو اس قلعے میں ہی رہ گیا تھا۔

وہاں پتھر بھی نہیں تھے۔ ماریا کو خیال آیا کہ وہ کسی طرح سے خونی بلا کو بھگانے کی کوشش کرے گی، وہ لپک کر خون پینے والی بلا کے سر پر پہنچ گئی۔

اس نے زور سے ایک لات اس کی کمر پر ماری۔

پراسرار انسان (ہزننگ ماریا قسط نمبر 60)

اتفاق سے لات عین اسی جگہ پر پڑی جہاں سے بلا کی ریڑھ کی ہڈی زخمی تھی۔

خونی چوکیدار نے ایک درد بھری آواز نکالی اور پلٹ کر دیکھا وہاں لات مارنے والا اسے دکھائی نہ دیا۔

پریشان ہو کر بڑی مشکل سے اٹھا اور دونوں ہاتھ ہلانے لگا۔

ماریا نے گرجدار آواز میں کہا۔

”میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ واپس اپنی قبر میں چلے جاؤ۔ نہیں تو تمہیں اسی جگہ بھسم کر دوں گی۔“

خونی بلا نے کسی بھوت کی موجودگی کو اپنے قریب

پراسرار انسان (ہزننگ ماریا قسط نمبر 60)

محسوس کیا تو غرا کر اپنے شدید غصے کا اظہار کیا۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ اس قدر زخمی ہونے کی باوجود وہ اسی طرح ٹھیک ٹھاک ہو گیا تھا۔

اس کے نوکیلے دانت رات کے اندھیرے میں بھی چمک رہے تھے۔

بچہ نیم بے ہوش گھاس پر بڑا سکیاں بھر رہا تھا۔ خونی بلا اس طرف بڑھی۔ جدھر سے ماریا کی آواز آئی تھی۔

ماریا جلدی سے ایک طرف ہٹ گئی۔ ماریا نے موقع مناسب خیال کرتے ہوئے جلدی سے آگے بڑھ کر بچے کو اٹھا کر اپنے کندھے سے لگا لیا۔

بچہ ماریا کی گود میں آتے ہی غائب ہو گیا۔ خونی
بلا نے پلٹ کر بچے کو غائب پایا تو چکا چوندا سا ہو کر رہ
گئی۔ ماریا نے خونی چوکیدار کو وہیں چھوڑا اور بچے کو
لے کر بستی کی طرف چلنا شروع کر دیا۔

بستی میں لوگ بچے کی گمشدگی پر حیران و پریشان
تھے۔ اور جس گھر سے بچہ گم ہوا تھا، وہاں جمع ہو کر
اظہارِ افسوس کر رہے تھے۔

بچے کے ماں باپ کی حالت بہت خراب تھی۔
ماں تو روتے روتے ہلکان ہو گئی تھی۔ ماریا نے کسی
سے کوئی بات نہ کی۔

چپکے سے گھر میں داخل ہوئی اور بچے کو چار پائی پر

ماں کے قریب ڈال دیا۔

بچے کو اچانک اپنے قریب نمودار ہوتے دیکھ کر
خوشی سے ماں کی چیخ نکل گئی۔

اس نے بچے کو سینے سے لگا لیا اور اسے چومنے
لگی۔

وہاں جتنی عورتیں اور مرد موجود تھے، سبھی حیران رہ
گئے کہ یہ بچہ کہاں سے آ گیا۔

ایک بزرگ نے کہا۔

”حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ اسی مقدس

روح کا کرشمہ ہے جو ہماری بستی میں ہماری مدد کرنے

آئی ہے ہم سب کو اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔“

عورتیں خاموش ہو گئیں۔ انہوں نے بیک آواز ہو کر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔

”اے مقدس روح! ہم تیرے شکر گزار ہوں کہ تو نے بستی کے بچے کو واپس کر دیا۔“

ماریا نے محسوس کیا کہ اسے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے وہ خاموشی سے نکل کر پاہر آ گئی۔

رات زیادہ ہو گئی تھی۔ اسے نیند آ رہی تھی۔ وہ قلعے میں واپس جا کر آرام کرنا چاہتی تھی۔ ہوا سرد ہو گئی تھی۔

وہ قبرستان کی دیوار کے قریب سے گزر رہی تھی کہ اچانک اسے محسوس ہوا کہ کسی نے اس کے کان کے

پاس آ کر اس کا نام لے کر بلایا ہے۔ وہ چونک کر رہ گئی۔

یہ کون ہو سکتا ہے؟ آواز کسی مرد کی تھی۔ اس نے اس کا نام ماریا لے کر بلایا تھا۔

آواز پھر آئی۔

”ماریا!“

ماریا حیران ہو کر تنکنے لگی۔

”کون ہے؟“

آواز نے کہا۔

”میری بچی! گھبراؤ نہیں۔ میں اس قبرستان کی

بوڑھی روح ہوں۔ مجھے مرے ایک سو سال گزر چکا

”ہے۔“

میں نے تمہیں دیکھ لیا ہے۔ تم نے ابھی ابھی ایک بڑا نیک کام کیا ہے۔ اس لیے میں نے تمہیں بلایا ہے۔

ماریا نے کہا۔

آداب بڑے میاں! میں نے جو کچھ کیا ہے، وہ میرا فرض تھا۔

اس قبرستان میں خون پینے والی بلاؤں نے ڈیرا جمالیا ہے۔

میں نے انہیں ہلاک کر کے بستی والوں کو اس مصیبت سے نجات دلانا چاہتی ہوں۔ لیکن یہ خونی

بلائیں بڑی سخت جان ہیں۔ ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بوڑھی روح نے کہا۔

میری بچی! میں سب کچھ دیکھتا ہوں۔ مگر کچھ نہیں کر سکتا ان خونی شیطانوں کو ہلاک کرنا میرے اختیار میں نہیں۔

تم انسان ہو اور غائب ہو۔ تم اگر چاہو تو ان کو جہنم میں پہنچا سکتی ہو۔

ماریا نے کہا۔

”مگر کیسے؟“

بوڑھی روح بولی۔

”جس طرح سے تم انہیں مارنا چاہتی ہو، یہ نہیں

مریں گے۔ ان پر کسی زخم، کسی حملے کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔“

ان کو ہلاک کرنے کا طریقہ میں تمہیں بتاتا ہوں۔

غور سے سنو! یہ خونی پینے والے ڈریکولا رات کو زندہ ہو کر بستی میں گھومتے پھرتے رہتے ہیں اور انسانوں کے خون سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔

لیکن دن کے وقت یہ اپنی قبروں میں بے حس ہو کر سو جاتے ہیں۔

اس وقت اگر تم ایسا کرو کہ ایک لمبی میخ اور ہتھوڑی لے کر وہ میخ ان کے سینے میں دل کے درمیان ٹھونک

دو تو یہ مر جائیں گے اور پھر کبھی اپنی قبروں سے نہیں نکل سکیں گے۔

بس یہی ایک طریقہ ان کو ہلاک کرنے کا ہے۔ ماریا نے کہا۔

”یہ بات ہے تو میں صبح ہی یہ کام کر ڈالوں گی اور بستی کے لوگوں کو ان خبیث روحوں سے نجات دلا دوں گی۔“

”تم یہ بڑا تیک کام کرو گی۔ اچھا اب میں جاتا ہوں۔“

روح اتنا کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔

ماریا اس سے کچھ اور باتیں پوچھنا چاہتی تھی مگر

روح جا چکی تھی۔

دی۔

ماریا قلعے میں واپس آ گئی۔ دوسرے دن اس نے ایک لمبی میخ اور ہتھوڑی لی اور قبرستان میں آ گئی۔ جھاڑیوں میں کھلی قبر کے پاس کھڑے ہو کر اس نے جھانک کر اندر دیکھا۔

ایک بھیا نک چیخ لاش کے منہ سے نکلی۔ ماریا ڈر کر پرے گر پڑی۔ مگر میخ لاش کے دل میں پوری کی پوری اتر چکی تھی۔

اسے گھاس میں خونی چوکیدار کی لاش جد کھائی دی۔ وہ سیدھی پڑی تھی۔

لاش کے سینے سے خون کا ایک قطرہ بھی نکلا تھا مگر لاش کی آنکھیں ایک دم سے بند ہو گئی تھیں اور چہرے پر سکون آ گیا تھا۔

آنکھیں کھلی تھیں اور دونوں ہاتھ سینے پر بندھے ہوئے تھے۔ ماریا قبر میں اتر گئی۔

دونوں نوکیلے دانت واپس اپنی جگہ پر چلے گئے تھے۔ اور ہونٹوں پر لگا ہوا خون بھی صاف ہو گیا تھا۔ خونی چوکیدار کا آسب دور ہو گیا تھا۔

اس نے میخ کی نوک لاش کے عین دل کے اوپر رکھی۔ ہتھوڑی اٹھائی اور پوری طاقت سے ضرب لگا

اب وہ ایک عام لاش تھی۔ ماریا قبر سے باہر نکل

پراسرار انسان (عزیزانگ ماریا قسط نمبر 60)

پراسرار انسان (عزیزانگ ماریا قسط نمبر 60)

ایک بار تو ماریا بھی ڈر گئی لیکن وہ اپنا کام ہر حالت میں مکمل کرنا چاہتی تھی۔

اس نے لوہے کی نوکیلی اور موٹی میخ اٹھائی اور اس کا سرا ڈریکولا کے دل کے عین اوپر رکھ دیا۔ اسے محسوس ہوا جیسے ڈریکولا نے آنکھیں میڑھی کر کے اسے دیکھا ہو۔

مگر ماریا نے اس شیطان کو ختم کرنے کی قسم کھا رہی تھی۔ اس نے ہتھوڑی اٹھا کر پوری طاقت سے ضرب لگائی۔

ڈریکولا کی آنکھیں پھیل گئیں اور اس کے منہ سے بھیاٹک چیخ نکل گئی۔ یہ چیخ اس قدر ہولناک تھی کہ

آئی۔ اب اس نے دوسرے اور اصلی ڈریکولا کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کا ارادہ کیا اور چبوترے کے تابوت والی قبر کی طرف آ گئی۔

چبوترے پر خشک ٹہنیاں بکھری ہوئی تھیں۔ تابوت اسی طرح پڑا تھا اور اس کا ڈھکنا ایک طرف کو کھسکا ہوا تھا۔

ماریا نے جھک کر دیکھا۔ کاؤنٹ ڈریکولا کی لاش سناکت پڑی تھی۔ ہونٹوں پر خون کے دھبے تھے۔ چہرے پر شیطانی مسکراہٹ تھی۔

دونوں زرد دانت ہونٹوں سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ آنکھیں کھلی تھیں اور آسمان کو تک رہی تھیں۔

پراسرار انسان (عزیزانگ ماریا قسط نمبر 60)

قبروں میں پڑے ہوئے مردے بھی کانپ گئے ہوں گے۔

ماریا نے دیکھا کہ ڈریکولا کی لاش کے چہرے پر بھی سکون سا آ گیا ہے۔ اس نے دونوں آنکھیں بند تھیں اور ہونٹوں پر سے خون کے نشان بھی مٹ گئے تھے۔

نوکیلے زرد دانت بھی واپس اپنی جگہ پر آ گئے تھے۔ اس کے چہرے کی شیطانی مسکراہٹ بھی چلی گئی تھی۔

ماریا نے تابوت کا ڈھکنا بند کر دیا اور قبر سے باہر نکل آئی۔

پراسرار انسان (عزیزانگ ماریا قسط نمبر 60)

بستی کے لوگوں نے دونوں چیخوں کی آواز سنی تھی اور مکانوں کے باہر آ کر آپس میں حیرانی سے چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔

ماریا ان کے قریب آ گئی۔ وہ چاہتی تھی کہ انہیں شیطانی بلاؤں کے خاتمے کی خوشخبری سنا دے۔ چنانچہ اس نے بلند آواز میں کہا۔

سنو! لوگو! میں آپ کو یہ خوش خبری سنانے آئی ہوں۔ کہ اس بستی کو خون پینے والے شیطانوں سے نجات مل گئی ہے۔

میں نے ان دونوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ ابھی ابھی جو تم لوگوں نے چیخ کی آوازیں سنی تھیں، وہ ان ہی

شیطانوں کی تھیں۔

اب آپ لوگ اطمینان سے زندگی بسر کریں
آئندہ اس بستی میں کبھی کوئی خون پینے والی بلا داخل
نہیں ہوگی۔

عورتیں اور مرد خوشی سے نہال ہو گئے۔

”اے مقدس روح! تمہارا شکریہ ہم کسی طرح
سے ادا کریں۔“

ماریا نے کہا۔

”میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں

نے انسانی فرض ادا کیا ہے۔“

ایک بوڑھے نے کہا۔

”انسانی یا روحانی فرض! اے مقدس روح آپ تو
روح ہیں۔“

ماریا جھٹ بولی۔

”ہاں آپ نے ٹھیک کہا۔ یہ میرا روحانی فرض
تھا۔ بہر حال اب میں جاتی ہوں۔ خدا حافظ۔“

ماریا بستی سے نکل کر قلعے میں آ گئی۔ وہ شام تک
سوئی رہی۔

جب آٹھی تو سورج غروب ہو گیا تھا اور رات کا
اندھیرا چھانے لگا تھا۔

اس کا خیال عزیزانگ کی طرف چلا گیا۔ ایک
عرصہ ہوا تھا، اپنے ان بھائیوں سے ملے۔ خدا

جانے وہ کہاں ہوں گے؟

کس حال میں ہوں گے؟

ماریا نے تھوڑا بہت کھانا کھایا اور جب کافی پینے

لگی تو دیکھا کہ کافی بالکل ختم ہو گئی ہے۔ اس کا دل کافی

پینے کو بہت چاہ رہا تھا۔

پھر وہ کیا کرے؟

اس قصبے کے قریبی کافی ہاؤس کا خیال آ گیا وہاں

جا کر کافی پی جائے؟

وہ قلعے سے نکل کر کافی ہاؤس کی طرف چل دی۔

سردی کی وجہ سے کافی ہاؤس کے دروازے کھڑکیاں

بند تھیں۔

اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔

دروازے کے کھلتے ہی اندر بیٹھے دو آدمیوں نے اور

کافی ہاؤس کے مالک نے دروازے کی طرف دیکھا۔

دروازہ کھل کر بند ہو گیا۔ مگر اندر کوئی شخص داخل نہ

ہوا۔ وہ بڑے حیران ہوئے۔ ایک گاہک نے کہا۔

”معلوم ہوتا ہے باہر تیز ہوا چل رہی ہے۔“

دوسرے گاہک نے کہا۔

”مگر ہوا تو یہ اندر بالکل نہیں آئی۔ اور پھر ہوا

دروازے کے باہر سے کھول تو سکتی ہے مگر اندر سے

کیسے بند کر سکتی ہے۔“

پہلا گاہک ہنس دیا۔

”میرے بھائی! تو کیا اندر کوئی بھوت آ گیا ہے؟“

دوسرا گاہک پریشان ہو کر بولا۔

”میرا تو یہی خیال ہے کہ کافی ہاؤس میں بھوت آ گیا ہے۔“

پہلا گاہک اب قہقہہ مار کر کہنے لگا۔

تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ میں کسی بھوت کو نہیں مانتا۔

بھوت کہیں نہیں ہوتے۔ اگر بھوت ہے تو بے

شک میرے سامنے آ کر مجھ سے مقابلہ کرے۔ خدا کی قسم اسے ایسی چٹخنی دوں کہ نانی یاد آ جائے گی۔

ماریا کو بڑا غصہ آیا۔ کم بخت یہ بڑی بڑی باتیں بنا رہا ہے۔ حالانکہ وہ بڑے امن و سلامتی سے اپنا صرف کافی کا ایک پیالہ پینے آئی تھی اور دل میں سوچ کر آئی تھی کہ کافی پی کر ایک روپیہ اس کی قیمت رکھ جائے گی۔

پھر بھی اس نے کوئی خیال نہ کیا اور کاؤنٹر کے کونے میں آ کر کھڑی ہو گئی۔ یہاں کافی کے کچھ پیالے اور کافی کی کیتلی رکھی ہوئی تھی۔

کافی ہاؤس کا مالک ذرا پرے کھڑا گاہکوں کی دلچسپ باتیں بڑے غور سے سن رہا تھا۔ ماریا وہاں کسی کو بھی حیران یا پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اس نے آنکھ بجا کر بڑی خاموشی سے پیالے میں کافی ڈالی اور پینے لگی۔ کافی کا پیالہ چونکہ اس کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گیا تھا۔

اس لیے کسی نے محسوس نہ کیا۔ ہاں اگر مالک پیالے گنتا تو اسے ضرور شک پڑ سکتا تھا۔ ماریا مزے مزے سے کافی کی چسکیاں لے رہی تھی اور گاہکوں کی باتیں بھی سن رہی تھی۔

پہلے والا گاہک ادھیڑ عمر کا تھا اور سر پر ہیٹ جمائے آنکھیں ڈھکی کے ارد گرد ٹانگیں پھیلائے بیٹھا ہاتھ گھٹنے پر مار مار کر باتیں کر رہا تھا۔

بھوت؟ ہاہاہاہا۔ ایک بار میرے چچا نے کہا،

گھر میں بھوت رہتا ہے۔

میں ساری رات ڈنڈا ہاتھ میں لیے کمروں کے چکر کاٹتا اور بھوت کو لکا رتا رہا۔

کم بخت میری آواز سن کر ہی بھاگ گیا تھا۔ یہ بھوت بھی ڈنڈے کے آگے نہیں ٹھہرتے۔ ہاہاہاہا۔ دوسرا گاہک زیادہ عمر کا تھا اور بھوتوں پر یقین رکھتا تھا۔

کہنے لگا۔

”میں تو بھوتوں کو مانتا ہوں بھائی۔ میں نے تو بزرگوں کی زبانی یہی سنا ہے کہ بھوت اس دنیا میں کبھی کبھی سیر کرنے آ جایا کرتے ہیں۔ وہ اچھے لوگوں

کو کچھ نہیں کہتے۔“

پہلا گاہک کہنے لگا۔

تم کمزور عقیدے کے آدمی ہو اور ویسے بھی جب

آدمی زیادہ بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کی عقل کمزور ہو

جاتی ہے۔

تمہاری عقل کمزور پڑ چکی ہے مگر میری عقل نے

میرا ساتھ نہیں چھوڑا۔ میں تو بھوتوں کا باپ ہوں۔

بھوت میرے سامنے آ کر تو دکھائی۔ خدا کی قسم

مار مار کر اس کا کچھ مر نکال دوں۔

کافی ہاؤس کا مالک کاؤنٹر پر ہاتھ مار کر بولا۔

”بالکل ٹھیک خیال ہے تمہارا مسٹر براؤن! میں

بھی اس قسم کے خیالات کا آدمی ہوں۔ بھوت انسان

سے زیادہ طاقتور نہیں ہوتے۔“

مسٹر براؤن نے کہا۔

”ارے میاں بھوت ہوتے ہی نہیں۔ کہیں نہیں

ہوتے۔ یہ سب انسان کا اپنا وہم ہوتا ہے۔ کیا

سمجھے؟“

ماریا خاموشی سے کافی پی رہی تھی۔ وہ ان کی

باتیں بھی بڑی دلچسپی سے سن رہی تھی۔ اس کا کوئی

ارادہ نہ تھا کہ وہ ان لوگوں کو بھوتوں کا قائل کروائے۔

کافی نے اسے گرم کر دیا تھا اور اس کی طبیعت میں

سکون آنے لگا تھا۔ اتفاق سے کیا ہوا کہ ماریا نے

پراسرار انسان (ہزننگ ماریا قسط نمبر 60)

کاؤنٹر پر پیالہ رکھا ہی تھا کہ اس کا ہاتھ ذرا سا پھیل گیا اور پیالہ کاؤنٹر سے گر کر ٹوٹ گیا۔

اس کی آواز کے ساتھ ہی کمرے میں سناٹا چھا گیا، کیونکہ پیالہ اپنے آپ کاؤنٹر سے فرش پر گرا تھا جبکہ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔

بھوتوں کا قاتل گاہک ہکا بکا سا ہو گیا۔ مالک بھی چپ چاپ پھٹی پھٹی نظروں سے پیالے کے ٹکڑوں کو دیکھنے لگا۔

مسٹر براؤن نے قہقہہ لگا کر کہا۔

”تم سمجھ رہے ہو گے کہ کوئی بھوت آگئے یہاں؟

ہا ہا ہا۔ ارے بھائی! پیالہ کاؤنٹر کے کونے پر رکھا ہوا

پراسرار انسان (ہزننگ ماریا قسط نمبر 60)

تھا۔ کافی ہاؤس کے مالک مسٹر ایڈیسن کے بلتے جلنے سے پیالہ نیچے گرا پڑا اور ٹوٹ گیا۔ بس اتنی سی تو بات ہے۔“

مسٹر ایڈیسن کے چہرے پر بھی رونق واپس آ گئی۔
ہنس کر بولا۔

”مسٹر براؤن! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں نے اپنا بازو ہلایا تھا۔ اسی وجہ سے پیالہ نیچے گر پڑا۔“

مگر دوسرے گاہک کو یقین ہو گیا تھا کہ کمرے میں بھوت موجود ہے۔ کیونکہ وہ بھوتوں کے خلاف

باتیں کر رہے تھے۔

اس لیے بھوت ان سے بدلہ لینے وہاں آ گیا تھا۔

اس کے چہرے پر حیرانی تھی۔

پراسرار انسان

ماریا کافی کا ایک ڈوبہ بھی ساتھ لے جانا چاہتی تھی۔

اس نے جیب سے دو روپے نکال لیے۔ اس کا خیال تھا کہ وہ جہاں سے ڈوبہ اٹھائے گی وہاں دو روپے، اس ڈوبے کی قیمت رکھ دے گی۔

ڈوبہ سامنے والے خانے میں رکھا ہوا تھا۔ ماریا

اس انتظار میں تھی کہ ان لوگوں کی نظریں دوسری طرف ہوں تو وہ جلدی سے ڈبہ اٹھالے گی۔

کچھ دیر بعد وہ اپنی باتوں میں مصروف ہو گئے۔ ایک اور گاہک آگیا جسے کافی ہاؤس کے مالک نے کافی کا پیالہ بنا کر دیا۔

وہ بھی دوسرے گاہکوں کی باتوں میں شریک ہو گیا۔ موقع مناسب دیکھ کر ماریا نے ہاتھ بڑھا کر خانے میں سے کافی ڈبہ اٹھایا اور وہاں چپکے سے دو روپے رکھ دیئے۔

اتفاق سے جو نیا نو جوان گاہک آیا تھا۔ اس کی نظر پڑ گئی۔ اس نے جو خانے میں سے کافی کا ایک

ڈبہ غائب ہوتے دیکھا تو سر کو جھٹک کر بار بار آنکھیں ملنے اور کہنے لگا۔

”کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں؟“۔ مالک نے کہا۔

”نہیں مسٹر! آپ خواب کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ آپ تو جاگ رہے ہیں۔“۔

نو جوان نے خانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

میں نے ابھی ابھی اس خانے میں سے کافی کا ایک ڈبہ گم ہوتے دیکھا ہے۔

اگر میں خواب نہیں دیکھ رہا تو یہ سب کچھ میری

آنکھوں کے سامنے ہوا ہے۔

کافی ہاؤس کا مالک اور بوڑھا گاہک پریشان ہو گئے۔ مسٹر براؤن نے ایک بار پھر قہقہہ لگاتے ہوئے ان لوگوں کا مذاق اڑایا اور کہا۔

”معلوم ہوتا ہے کہ آپ سب لوگ پاگل ہو گئے ہیں۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کافی کا ڈبہ اپنی جگہ سے غائب ہو جائے؟ آپ لوگوں نے ضرور بھنگ پی رکھی ہوگی۔“

نوجوان گاہک نے مسٹر براؤن کی طرف دیکھ کر کہا۔

آپ میری آنکھوں پر، میری عقل پر شک نہیں کر

سکتے۔ میں ایک صحت مند نوجوان ہوں اور زندگی میں ایسا واقعہ مجھے کبھی پیش نہیں آیا۔

میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے خود خانے میں سے کافی کے ڈبے کو غائب ہوتے دیکھا ہے۔

مسٹر براؤن اٹھ کر خانے کے پاس آ گیا۔ کافی ہاؤس کا مالک بھی نوجوان کے ساتھ وہاں آ گیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ جہاں سے ڈبہ اٹھایا گیا تھا وہاں دو روپے پڑے ہیں۔

نوجوان نے پوچھا۔

”یہ دو روپے کس نے یہاں رکھے ہیں؟“

مالک نے کہا۔

”میں نے تو کبھی یہاں روپے نہیں رکھے۔“

نو جوان نے چنگی بجا کر کہا۔

”میرا خیال بالکل صحیح نکلا۔ بھوت ایماندار ہے۔“

اس نے کافی کا ڈبہ اٹھا کر اس کی قیمت و ہیں پر رکھ دی

ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟“

مالک نے کہا۔

”ہاں آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ کافی کے ڈبے کی

قیمت دو روپے ہی ہے۔“

مسٹر براؤن نے دو روپوں کو غور سے الٹ پلٹ

کردیکھا۔

”تم لوگ کمزور خیالات کے لوگ ہو۔ یہ روپے

میں نے رکھے تھے۔ اب بتاؤ تم کیا کہتے ہو؟“

دوسرا بوڑھا گاہک کہنے لگا۔

”مسٹر براؤن! آپ جھوٹ بول کر واقعات کو

نہیں جھٹلا سکتے۔ بھلا آپ کو یہاں دو روپے رکھنے کی

کیا ضرورت تھی؟“

نو جوان نے کہا۔

”مسٹر براؤن! آپ کیوں نہیں تسلیم کرتے کہ

اس دنیا میں بھوت زندہ ہیں اور کبھی کبھی ہماری زندگی

میں آیا کرتے ہیں۔“

مسٹر براؤن نے کہا۔

ہرگز نہیں۔ میں یہ تسلیم کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں۔

بھوت کہیں نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو پھر سامنے کیوں نہیں آتے۔ بھوت کہیں نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو پھر سامنے کیوں نہیں آتے۔

اگر آپ کا خیال مان لیا جائے تو پھر اس دکان میں بھوت موجود ہے۔ اگر ہے تو میں اس سے کہتا ہوں کہ وہ سامنے آ کر اپنا وجود ثابت کرے۔

ماریا کو بڑا غصہ آیا۔ یہ بڑا ہی کوڑھ مغز ضدی آدمی تھا۔

بھلا اس کو خواہ مخواہ بحث کرنے کی کیا ضرورت

تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اس ضدی شخص پر یہ ضرور ثابت کرے گی کہ بھوت اس دنیا میں کبھی کبھی آیا کرتے ہیں۔

ماریا نے خاموشی سے مسٹر براؤن کے سر پر رکھی ہوئی گرم ٹوپی یعنی ہیٹ اٹھالیا۔ ہیٹ اٹھاتے ہی غائب ہو گیا۔

سب لوگ ڈر کے مارے پیچھے ہٹ گئے۔ مسٹر براؤن سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

”ضرورت تم لوگوں نے شرارت کی ہے۔ میرا ہیٹ

واپس کرو۔ سب نے اپنے اپنے خالی ہاتھ دکھاتے

ہوئے کہا کہ وہ تو اس کے پاس کھڑی ہیں۔ پھر وہ

ہیٹ کہاں گم کر سکتے ہیں۔“

”تو پھر میرا ہیٹ کہاں چلا گیا؟“

اس کے جواب میں ماریا نے بڑے سکون سے

کہا۔

”مسٹر براؤن تمہارا ہیٹ میرے پاس ہے۔“

اس غیبی آواز پر سب کی نگاہیں بندھ گئی۔ بوڑھا

گا ہک تو غش کھاتے کھاتے رہ گیا وہ کرسی پر دھڑام

سے گر پڑا۔

نوجوان گا ہک بھی پرے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ کافی

ہاؤس کے مالک کا رنگ زرد ہو گیا۔ مسٹر براؤن کے

ماتھے پر بھی پسینہ آ گیا۔

اس نے خود بھوت کی آواز سنی تھی جو ایک عورت

کی آواز تھی۔

ماریا نے کہا۔

”مسٹر براؤن! کیا اب آپ نہیں مانتے کہ اس

دنیا میں بھوتوں یلکہ یوں کہنا چاہیے کہ روحوں کا وجود

ہے اور بعض روحوں دنیا کی سیر کرنے آ جایا کرتی

ہیں؟“

مسٹر براؤن کی زبان پر تو جیسے تالا پڑ گیا تھا۔ اس

سے بولا نہیں جا رہا تھا۔ ٹک ٹک دیکھ رہا تھا۔ آخر

لو کھڑائی زبان میں بولا۔

”میں۔۔۔ میں مان۔۔۔ مان گیا۔۔۔ کیا

پراسرار انسان (ہزننگ ماریا قسط نمبر 60)

آپ کوئی روح ہیں؟“۔

ماریا نے کہا۔

آپ یہی سمجھ لیں کہ میں ایک نیکدل روح ہوں۔ میں آپ لوگوں کو نقصان پہنچانے نہیں آئی۔

یہاں سے گزر رہی تھی کہ کافی پینے کو دل چاہا۔

کافی کا ڈبہ ساتھ لے جانا چاہا۔ چنانچہ اس کی رقم وہیں خانے میں رکھ دی۔ آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں

مسٹر براؤن؟۔

مسٹر براؤن نے ماتھے پر سے پسینہ پونچھتے

ہوئے کہا۔

”کوئی نہیں۔ کوئی نہیں بہن۔“۔

ماریا نے کافی ہاؤس کے مالک سے کہا۔

”اب میں جا رہی ہوں مسٹر ایڈیسن! آپ کی

کافی بہت اچھی ہوتی ہے۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں اور ہاں میں نے آپ کا ایک پیالہ توڑ دیا ہے۔

یہ لیجیے اس کے پیسے۔“۔

اور سب نے دیکھا کہ ایک دم سے کاؤنٹر پر دو روپے کہیں سے آ کر ٹک گئے۔

دکاندار انہیں ہاتھ لگاتے ہوئے گھبرار ہا تھا۔ ماریا

نے کہا۔

”گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پیسے اٹھالیں۔

یہ آپ کا حق ہے۔ خدا حافظ!“۔

پراسرار انسان (عزیزانگ ماریا قسط نمبر 60)

ماریا نے دروازہ کھولا اور دکان سے باہر نکل گئی۔
رات گہری ہونا شروع ہو گئی تھی۔ سرد ہوا چل رہی
تھی۔ سڑکیں ویران ہو رہی تھیں۔
کہیں کہیں گیس کے لیمپ سرد فضا میں چمک
رہے تھے جن کی ٹھٹھری ہوئی روشنی چند ایک گز سے
آگے نہیں جاتی تھی۔

ماریا نے گرم اوور کوٹ پہن رکھا تھا۔ سر پر گرم
ٹوپی اور گلے میں گرم مغلر تھا۔ وہ خاموشی سے سڑک
کے فٹ پاتھ پر قلعے کی جانب چلی جا رہی تھی۔

وہ شہر سے باہر نکلنے والے دروازے کے پاس
آئی تو دیکھا کہ ساتھ والی گلی میں سے ایک پراسرار سا

پراسرار انسان (عزیزانگ ماریا قسط نمبر 60)

لمبا ترنگا آدمی سیاہ گرم کپڑوں اور لمبے کوٹ میں ملبوس
چھتری ہاتھ میں لیے سیاہ ہیٹ کا چھجا آنکھوں پر کئے
نکلا اور دروازے کی طرف تیز تیز قدم اٹھا کر چلنے لگا۔
ماریا نے کوئی خیال نہ کیا۔ مگر وہ آدمی بڑا پراسرار
ساتھا۔ کیونکہ وہ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ رہا تھا کہ کوئی اس
کا پیچھا تو نہیں کر رہا؟۔

ماریا نے پھر بھی اس کی طرف زیادہ توجہ نہ دی اور
اپنے خیالوں میں گم قلعے کو جانے والی سڑک پر چلتی
رہی۔

وہ پراسرار آدمی بھی اسی سڑک پر جا رہا تھا۔ اب
وہ بھی ماریا کے آگے آگے اس چھوٹی سڑک پر ہو گیا۔

جو پرانے قلعے کو جاتی تھی۔

سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

ماریا نے سوچا یہ آدمی کہاں جا رہا ہے؟ ادھر تو سوائے پرانے قلعے کے اور کوئی عمارت نہیں ہے۔ ایک تو کیا یہ بھی پرانے قلعے میں جا رہا ہے۔

ماریا کو فکر ہوئی کہ یہ شخص اس قلعے میں آدمی رات کو کیا کرنے آیا ہے؟

وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ آدمی مختلف تاریک برآمدوں سے ہوتا ہوا ایک پرانے کمرے کے دروازے پر آ کر رک گیا۔

ماریا کا خیال صحیح نکلا وہ آدمی بھی قلعے کے پرانے دروازے میں داخل ہو گیا۔

قلعے میں داخل ہونے کے بعد اس آدمی نے رک کر پیچھے دیکھا کہ کہیں کوئی اس کا تعاقب تو نہیں کر رہا۔

اب جو ماریا نے دیکھا تو یہ وہی کمرہ تھا جس کے باہر زنگ آلود تالا پڑا تھا اور جسے ماریا نے کل رات ہی دیکھ کر تعجب کیا تھا کہ یہاں کس نے تالا لگا رکھا ہے۔

جب اسے یقین ہو گیا کہ اس کے پیچھے کوئی نہیں ہے تو وہ قلعے کی بائیں جانب والی شکستہ گرد آلود

پراسرار آدمی نے جیب سے پرانی زنگ آلود

پراسرار انسان (عزیزانگ ماریا قسط نمبر 60)

خوردہ چابی نکال کرتا لے میں گھمائی۔ تالا کھل گیا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔

ماریا جلدی سے اس کے ساتھ ہی اندر داخل ہونے لگی مگر دروازہ بند کر دیا گیا۔

پراسرار انسان نے اندر سے چنخی لگا دی۔ ماریا کے دل میں شوق پیدا ہو گیا تھا کہ دیکھنا چاہیے یہ شخص یہاں آ کر کیا کر رہا ہے۔

لیکن دروازہ بند ہو چکا تھا اس نے ادھر ادھر دیکھا کہ شاید اندر جانے کا کوئی دوسرا راستہ ہو۔

لیکن وہاں سوائے اس دروازے کے اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

پراسرار انسان (عزیزانگ ماریا قسط نمبر 60)

لیکن وہاں سوائے اس دروازے کے اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ دیوار کے مغربی جانب کافی بلندی پر برآمدے کی چھت کے قریب ایک روشندان تھا جس کا منہ گول اور تنک تھا۔

یہاں تک ماریا نہیں پہنچ سکتی تھی۔ پھر وہ کیوں کر اندر جائے وہ اندر جا کر پراسرار انسان کو دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ کیا کر رہا ہے؟۔

سوائے دروازے کے اندر جانے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ ماریا نے دروازے کو آہستہ سے اندر کی جانب دھکیلا۔

دروازہ مضبوطی سے بند تھا ماریا کی سمجھ میں جب

پراسرار انسان (ہزننگ ماریا قسط نمبر 60)

پراسرار انسان (ہزننگ ماریا قسط نمبر 60)

کچھ نہ آیا تو اس نے دروازے پر دستک دے دی۔
اس کا خیال تھا کہ جونہی پراسرار انسان دروازہ کھولے
گا وہ جلدی سے اندر داخل ہو جائے گی۔

پراسرار انسان نے دروازہ کھولا تو وہ جلدی سے
اندر داخل ہو گئی۔ شیشے کی نکلیاں یہاں وہاں پھیلی
ہوئی تھیں۔

جن میں سے کہیں سفید سفید بھاپ نکل رہی تھی۔
شیشے کے ایک مرتبان میں کوئی کالے رنگ کی دوا ابل
رہی تھی۔

بوتلوں پر گرد پڑی تھی۔ ایک میز کے اوپر لکڑیوں
نے جالاتن رکھا تھا۔ پراسرار انسان میز کے آگے کرسی

پر بیٹھا آگے کو جھک کر ایک مرتبان میں ابلتی ہوئی
دوائی کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

ماریا دوسری طرف سے دبے پاؤں چل کر میز
کے آگے آ گئی اور جھک کر پراسرار انسان کو تھکنے لگی۔

میز پر موم بتی جل رہی تھی اس کی روشنی پراسرار
انسان کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ ماریا نے دیکھا کہ وہ
ایک اویٹھ عمر کا خوش شکل انسان ہے۔

رنگ سرخ و سپید ہے۔ آنکھیں چوکور ہیں۔ ہاتھ
بھی بڑے گورے اور نازک سے ہیں۔

انگلیاں کسی فنکار کی طرح لمبوتری ہیں۔ اس کے
چہرے پر کوئی شیطانی بات نہیں ہے تو پھر یہ شخص یہاں

پراسرار انسان (ہزننگ ماریا قسط نمبر 60)

پراسرار انسان (ہزننگ ماریا قسط نمبر 60)

کر رہا تھا؟ کیا وہ خاص دوائی تیار کر رہا تھا۔

دوائی تو وہ ضرور تیار کر رہا تھا۔ مگر سوال یہ تھا کہ یہ دوا

وہ کس کے لیے تیار کر رہا تھا؟۔

ماریا چپکے سے ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔

اور پراسرار انسان کو دیکھتی رہی کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

دوائی مرتبان میں ابل رہی تھی۔ اب اس میں

سے بھاپ کے میلے کھیلے رنگ کے مرغولے سے

اٹھنے لگے تھے۔

پراسرار انسان کے چہرے پر مسکراہٹ سی آ

گئی۔ پھر اس نے مرتبان کے نیچے آگ بند کر دی۔

مرتبان میں سے شیشے کی ایک ٹکلی کے ذریعے اس نے

دوائی نکال کر ایک شیشے کے گلاس میں انڈیل لی۔ یہ

دوائی سیاہ رنگ کی تھی۔ اور اس میں سے بھاپ نکل

رہی تھی۔

پراسرار انسان دیر تک اس گلاس کو تکتا رہا۔ اس

کے چہرے پر بڑی پراسرار مسکراہٹ آ گئی تھی۔ اس

مسکراہٹ میں ایک شیطانی چمک بھی نمودار ہو رہی

تھی۔

پراسرار انسان نے میز پر سے ایک گول چھوٹا سا

آئینہ اٹھا کر اپنے سامنے رکھ لیا اور اس میں غور سے

اپنی شکل دیکھنے کے بعد دوائی کا گلاس تھام کر منہ سے

لگایا اور پھر ایک ہی گھونٹ میں غناغٹ پی گیا۔

پراسرار انسان (عزیزانگ ماریا قسط نمبر 60)

پراسرار انسان (عزیزانگ ماریا قسط نمبر 60)

شروع ہو گیا۔

ماریا نے دیکھا کہ پراسرار انسان کے چہرے پر
چھوٹے چھوٹے سیاہ بال ابھرنا شروع ہو گئے ہیں۔
اس کی آنکھیں دائیں بائیں کنپیوں کی جانب کھینچنے
لگی ہیں اور دانت بھی کسی بھیڑیے کے دانتوں کی
طرح ہونٹوں سے باہر نکل آئے تھے۔

ماتھا کسی بن مانس کی طرح بالوں سے بھر گیا
اور چھوٹا ہو گیا تھا۔ ماریا ششدر ہو کر رہ گئی کہ یہ ایک
دم دوائی پینے کے بعد انسان سے بھیڑیا کیسے بن رہا
ہے۔

میرے خدا! یہ تو انسان سے بھیڑیا بن گیا ہے۔

دوائی پی کر اس نے آنکھیں میچ لیں اور دونوں
ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ دوائی کا فائدہ
انتہائی بدمزہ تھا۔

وہ دیر تک ہاتھوں میں پکڑے ہوئے سر کو دائیں
بائیں ہلاتا رہا۔ پھر اس نے ہاتھ کھول لیے اور ٹمٹکی
باندھ کر آئینے میں تلنا شروع کر دیا۔

ماریا بھی اسے غور سے تک رہی تھی کہ یہ شخص کس
قسم کا تجربہ کرنے والا ہے اور اس نے جو کالے رنگ
کی بدمزہ دوائی پی ہے۔

اس کا اس پر کیا اثر ہوئے والا تھا۔ دوائی کا اثر
اب ظاہر ہونا شروع ہو گیا دوائی کا اثر اب ظاہر ہونا

پراسرار انسان (ہزنہاگ ماریا قسط نمبر 60)

پراسرار انسان کا جسم اسی طرح تھا مگر صاف چہرہ اور ہاتھ کسی بھیڑیے کی طرح ہو گئے تھے۔ آنکھوں میں زرد رنگ کی خونی چمک آگئی تھی۔

چہرہ بالکل بھیڑیے جیسا ہو گیا تھا۔ اس نے دانت نکال کر دو تین بار منہ سے غراہٹ کی آواز نکالی اور ہیٹ اٹھا کر سر پر رکھ لیا۔

ہاتھوں کو دوستانوں سے ڈھانپ لیا اور آنکھوں پر سیاہ عینک لگا کر گردن کے گرد چوڑا فلر پیٹ لیا۔

اب اس کی تقریباً ساری شکل چھپ گئی تھی اور کوئی دور سے دیکھنے پر معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ یہ ایک بھیڑیے کی شکل ہے۔

پراسرار انسان (ہزنہاگ ماریا قسط نمبر 60)

تاوقتیکہ وہ اس کے قریب آ کر نہ دیکھے۔ پراسرار انسان بھیڑیا بن کر دروازے کی جانب بڑھا۔ وہ برآمدے میں آ کر رک گیا۔

ماریا بھی باہر نکل چکی تھی۔ اس کا کمرہ وہاں سے دور نہیں تھا۔ مگر ماریا یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ یہ بھیڑیا انسان یہاں سے کہاں جاتا ہے؟

وہ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ قلعے کے دروازے سے نکل کر پراسرار انسان کچی سڑک پر سے ہوتا ہوا دوسری سڑک پر آ کر رک گیا۔

ماریا نے دیکھا۔ دوسرے سے ایک چھوٹی بگھی چلی آ رہی تھی جس کے آگے دو گھوڑے جتے ہوئے

تھے۔

پراسرار انسان نے چھری والا ہاتھ اوپر اٹھا دیا۔
اور سڑک کے درمیان میں آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔
کے کوچوان نے ہو کی آواز کے ساتھ گھوڑوں کی
باگیں گھینچ لیں۔

بگھی رک گئی۔ کوچوان نے دیکھا کہ ایک منہ سر
ڈھانپے ہوئے پراسرار آدمی اس کی طرف بڑھا ہے۔
اس نے رعب سے کہا۔

”کون ہو تم؟ کیا چاہتے ہو؟“

اس کے جواب میں پراسرار انسان نے جیب
سے چھری نکال کر کوچوان کے سینے میں گھونپ دی۔

چھری سیدھی جا کر دل میں لگی اور بے چارہ
کو چوران آہ کیے بغیر زمین پر لڑھک کر گرا اور مر گیا۔
بگھی چاروں طرف سے بند ڈبے کی طرح تھی۔
پراسرار انسان نے دروازہ کھول کر جھانکا۔ اندر کوئی
مسافر نہیں تھا۔

وہ بگھی کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے گھوڑوں
کی باگیں تھام کر چابک لہرائی۔

گھوڑوں پر برساتی۔ اور گھوڑے پہلے تو سیدھے
کھڑے ہو گئے پھر سڑک پر تیزی سے بھاگنے
لگے۔ ماریا اس اثنا میں بگھی کے اندر داخل ہو گئی تھی۔

بگھی سڑک پر بڑی تیزی سے ہچکولے کھاتی

بھاگی جا رہی تھی۔

خدا معلوم پراسرار انسان کہاں جانا چاہتا تھا۔ یہی معلوم کرنے کے لیے ماریا بگھی میں سوار ہو گئی تھی۔

اسے افسوس تھا کہ وہ بے گناہ کو چوان کو موت کے منہ سے نہ بچا سکیں۔ اس ظالم پراسرار انسان نے پلک جھپکتے میں اس بے چارے کو ہلاک کر ڈالا تھا۔ یہ بڑا ہی کوئی خونی انسان بلکہ وحشی جانور نما انسان تھا۔

بگھی اب بستی کی سڑک پر دوڑتی ہوئی بستی سے بھی آگے نکل گئی تھی۔

ماریا نے کھڑکی کے پردے ہٹا کر باہر دیکھا راستہ گہرا تاریک تھا۔ آسمان بادلوں میں چھپا ہوا تھا۔ اور

آسمان پر ہلکی ہلکی بجلی چمک رہی تھی۔

یہ بارش کے آثار تھے۔ بگھی اب شہر کے مضافات میں آ گئی تھی۔ دو مکاناتوں میں سناٹا طاری تھا۔

کہیں بھی کوئی روشنی نہیں ہو رہی تھی۔ صرف ایک جگہ کسی مکان کے روشندان میں ہلکی سی روشنی جھللا رہی تھی۔

بگھی ایک چکر کاٹ کر چھوٹے سے ٹیلے پر چڑھنے لگی۔ ٹیلے سے اتر کر وہ ایک پرانے اک منزلہ مکان کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ اس مکان کی دیواروں کو جنگلی بیلوں کی شاخوں نے چھپا رکھا تھا۔

ایک کھڑکی میں روشنی ہو رہی تھی۔

دروازہ کھولا۔

پراسرار انسان نے بکھی سے اتر کر اپنے کالے

چہڑا ہٹ کی آواز کے ساتھ کیواڑ کھل گیا۔ اندر

لیادے کو اچھی طرح درست کیا۔ سر پر ہیٹ بھمایا۔

ایک جگہ میز پر بڑی سی موم بتی جل رہی تھی۔ دیوار کے

گلے کے گرد غلر لپیٹا اور مکان میں داخل ہو گیا۔

ساتھ پرانا صوفہ لگا تھا۔

ماریا بھی اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ مکان اندر سے

ایک پلنگ بچھا تھا جس پر گرم لحاف پڑا تھا۔ اس

تک تک تھا۔ ایک ڈیوڑھی میں سے گزر کر چھوٹا سا

لحاف میں ایک خوبصورت چہرے والی نازک سی

صحن آ گیا جس میں پرانا تالاب سا بنا تھا۔

عورت سو رہی تھی۔

تالاب خشک تھا اور اس میں جھاڑیاں اگی تھیں۔

وہ کیواڑ کھلنے کی آواز سن کر جاگ اٹھی تھی۔ اور

ایک میٹر ہی اوپر کو جا رہی تھی۔ پراسرار انسان اس

اب اٹھ کر دہشت زدہ آنکھوں سے آنے والے

میٹر ہی پر سے ہو کر ایک برآمدے میں آ گیا۔

بھیڑیا انسان کو تک رہی تھی۔

پھر اس نے جیب سے چابی نکال کر کمرے کا پرانا

پراسرار انسان نے دروازہ بند کر کے دیوار کے

کیل پر چیٹ رکھا۔ مفلر لکایا اور کوٹ اور لبادہ اتار کر میز پر رکھا۔

اب اس کی شکل پورے بھیڑیے کی تھی اور موم جی کی روشنی میں بڑی ڈراؤنی نظر آ رہی تھی۔ خوبصورت عورت کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔

اس کے چہرے پر کمزوری اور بے بسی کے آثار تھے ایسے لگتا تھا کہ وہ اس ظالم انسان کے آگے بے بس ہے اور اسی بے بسی میں اس کا انتظار کر رہی تھی۔ پراسرار انسان قدم قدم کر کے عورت کے پاس گیا۔

عورت نے ہاتھ جوڑ دیئے۔ اس کے ہونٹ کپکپا

رہے تھے۔ اس نے اپنی نیلی نیلی خوبصورت آنکھیں بند کر لیں۔

پراسرار انسان نے پنگ کے نیچے ہاتھ ڈال کر ایک چابک نکالی اور اسے لہرا کر زور زور سے عورت کے جسم پر برسانا شروع کر دیا۔ عورت کی چیخیں نکل گئیں۔

بھرنے کے اور کچھ نہ کر رہی تھی۔

پراسرار انسان اس عورت کو تکلیف پہنچا کر مزہ حاصل کر رہا تھا۔ جب عورت نیم بے ہوش سی ہو گئی تو اس نے لبادہ اوڑھا۔

سر پر ہیٹ رکھی، چھتری تھامی، ہاتھوں پر دستانے چڑھائے اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ بالکل نہیں بول رہا تھا۔

صرف اس عرصے میں اس کے منہ سے بھیڑیے جیسی غصیلی آوازیں نکلتی رہی تھیں۔ ماریا ایک طرف کھڑی یہ سارا تماشا دیکھتی رہی تھی۔

پراسرار انسان باہر نکلا تو ماریا بھی اس کے پیچھے

کالا علم

پراسرار انسان چابک مارتے مارتے تھک گیا تو اس نے چابک پھینک دی۔

جیب سے روال نکال کر اس نے اپنا بالوں بھرا بھیڑیے کا ماتھا صاف کیا اور پھر عورت کے بالوں کو کھینچنے لگا۔

عورت بے بسی کے عالم میں سوائے سسکیاں

پیچھے چل دی۔

وہ مکان سے باہر آ کر کبھی پر سوار ہو گیا۔ ماریا بھی چپکے سے اندر بیٹھ گئی۔ کبھی ایک بار پھر سڑک پر بھاگنے لگی۔

میلے کی سڑک پر اتر کر کبھی نے ایک اور قصبے کی جانب سفر شروع کر دیا۔ اس طرف شہر کی ایک پرانی جیل تھی۔

کہتے ہیں کبھی بادشاہوں کے زمانے میں یہاں پھانسی پانے والے مجرموں کو رکھا جاتا تھا۔ اب یہ جیل ویران ہو چکی تھی۔

کبھی اس جیل کے پیچھے جا کر ایک درخت کے

پاس کھڑی ہو گئی۔ یہاں بھی ہو کا عالم طاری تھا۔ جیل کی پرانی عمارت ایک طرف سے ڈھے چکی تھی۔ اس عمارت کو دیکھ کر ہی خوف آتا تھا۔ پراسرار انسان اس عمارت میں داخل ہو گیا۔

ایک تاریک زینہ نیچے اترتا تھا۔ پراسرار انسان نے موم بتی جلائی اور اسے ہاتھ میں تھامے بیڑھیاں اترنے لگا۔

ماریا اہل کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ نیچے ایک چھوٹا سا کمرہ آ گیا جس کی چھت نیچی تھی۔ اس کمرے کے کونے میں ایک بوڑھا زنجیروں کے ساتھ بندھا پڑا تھا۔

پراسرار انسان (ہزننگ ماریا قسط نمبر 60)

پراسرار انسان (ہزننگ ماریا قسط نمبر 60)

”خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔ مجھ پر رحم کرو اور مجھے میری بیٹی کے پاس پہنچا دو۔“

پراسرار انسان جو بھیڑیے کی شکل میں تھا، قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ اس کے منہ سے غصے میں غراہٹ کی آوازیں نکلتی رہیں۔

اب اس نے چابک لے کر بوڑھے کے جسم پر برساتنے شروع کر دیئے۔ جب بوڑھا نیم بے ہوش ہو کر لڑھک گیا تو اس بھیڑیے نے موم بتی پکڑی اور واپس چل پڑا۔

باہر آ کر وہ اس قدر تیزی سے بگھٹی پر سوار ہوا کہ ماریا اس میں سوار نہ ہو سکی۔ گھوڑے بگھٹی کو لے کر

پراسرار انسان نے موم بتی پتھر پر رکھی جیب سے بسکٹ نکال کر اس کے آگے یوں ڈالے جس طرح کتے کے آگے ڈالے جاتے ہیں۔

بوڑھا بے چارہ شاید دو تین روز سے بھوکا تھا۔ وہ ان بسکٹوں پر ٹوٹ پڑا اور جانوروں کی طرح کھانے لگا۔

اس کے بعد پراسرار انسان نے کونے میں رکھی ہوئی ایک باٹی میں سے پانی کا ڈونگا بھر کر اسے پانی پینے کو دیا۔

مچرڈونگا واپس رکھ دیا۔

بوڑھے نے روتے ہوئے کہا۔

دیکھتے دیکھتے رات کی تاریکی میں گم ہو گئے۔

ماریا وہاں اکیلی رہ گئی۔ بڑی پریشان ہوئی کہ اب کیا کرے؟

کہاں جائے؟

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ جیل کی پرانی عمارت سے لے کر پرانے قلعے تک سارا راستہ سنسان تھا۔

کوئی سواری بھی نہیں تھی۔ خیر ماریا پیدل بھی جا سکتی تھی۔ اس نے پرانے زمانے میں بڑے بڑے لمبے رستے پیدل طے کیے تھے۔

ایک دم سے اسے بدنصیب بوڑھے کا خیال آیا کہ

اس سے چل کر پتا کرنا چاہیے کہ یہ پراسرار انسان حقیقت میں کون ہے اور یہ راز کیا ہے؟۔

ماریا واپس جیل کی ویران عمارت میں داخل ہو گئی۔

تنگ سیڑھیاں اتر کر اس کمرے میں آئی جہاں بد قسمت بوڑھا زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ بوڑھا ہوش میں آچکا تھا اور درد کی شدت سے کرا رہا تھا۔

اندھیرے میں وہاں کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ ماریا پانی کی بالٹی سے ٹکرائی۔

آواز پر بوڑھے نے کہا۔

”کیا مجھ پر ظلم کرنے پھر آ گئے ہو ڈاکٹر؟ کیا کوئی

کسر باقی رہ گئی تھی؟“۔

ماریا خاموش رہی۔ بوڑھے نے تھوڑی دیر بعد پھر کہا۔

نکالتے کیوں نہیں اپنی چابک ظالم درندے؟ میرا بوڑھا جسم حاضر ہے۔ خدا جانے تم میری بیٹی پر کیا ظلم نہیں ڈھاتے ہو گے۔

تم انسان نہیں درندہ ہو۔ بھیڑیا ہو۔ مارو مجھے چابک کہ میں اس زندگی سے نجات پاسکوں۔

بوڑھا اپنی بیٹی کو یاد کر کے سسکیاں بھر کر رونے لگا۔

ماریا سمجھ گئی کہ پرانے مکان میں اس کی بیٹی کو اس

درندے نے قید کر رکھا ہے۔

یہ ایک عجیب معمر تھا۔ ماریا جانتی تھی جب وہ بوڑھے سے بات کرے گی تو وہ بہت پریشان ہوگا۔ اس پر خوف بھی طاری ہو سکتا ہے۔

کیونکہ وہ اسے نظر نہیں آئے گا۔ لیکن معاملہ اتنا نازک تھا کہ ماریا اس سے بات کرنا چاہتی تھی۔ اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ یہ ڈاکٹر کون ہے؟

یہ درندہ کیوں بن جاتا ہے؟

کیسے بن جاتا ہے؟

بوڑھے نے جب دیکھا کہ ظالم ڈاکٹر چابک لے کر آگے نہیں آیا تو اس نے اندھیرے میں

آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کی۔
پھر بولا۔

”کون ہے؟“

ماریا نے قریب آتے ہوئے کہا۔

”بابا! میں ایک عورت ہوں۔ مگر خوفزدہ بالکل
نہیں ہوتا۔ میں کوئی بھوت پریت نہیں ہوں۔ مجھ میں
اور تجھ میں صرف اتنا فرق ہے کہ میں تمہیں نظر نہیں آ
سکتی۔“

بوڑھا پہلے تو ڈر گیا۔ مگر اس پر اتنے ظلم ہوئے تھے
کہ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔ اس نے کہنی
سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

”تم اگر بھوت بھی ہو تو خدا کے لیے مجھے کھا جاؤ
تاکہ اس زندگی سے نجات ملے۔“

ماریا نے کہا۔

”میں بھوت نہیں ہوں۔ میرا نام ماریا ہے۔ لیکن
ابھی ان باتوں کو چھوڑو اور مجھے بتاؤ کہ یہ درندہ کونسا
ہے؟ تم کو اس نے یہاں زنجیروں میں کیوں جکڑ رکھا
ہے؟“

”ماریا تمہیں یہ دردناک کہانی سنانے کا کیا فائدہ
جب کہ تم میری اور میری بچی کی کوئی مدد نہیں کر
سکتیں۔“

ماریا بولی۔

”میں تمہاری مدد کرنے ہی یہاں آئی ہوں۔ میں تمہاری بیٹی سے بھی مل چکی ہوں۔“

بوڑھا بے تاب ہو کر بولا۔

”کیا تم ایس سے ملی ہو۔ میری بیٹی کیسی ہے؟“

اس ظالم نے اس کا بھی برا حال کر رکھا ہوگا؟ کیا وہ زندہ ہے؟ وہ مجھے یاد کرتی ہے؟“

ماریا نے کہا۔

”میں نے تمہاری بیٹی سے کوئی بات نہیں کی۔“

صرف اسے پرانے مکان کے ایک بند کمرے میں بستر پر لیٹے دیکھا ہے۔“

بوڑھے نے کہا۔

میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ شخص ہمارے مکان کے ساتھ آ کر رہنے لگا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو ڈاکٹر ظاہر کیا۔

یہ اکیلا اپنے گھر میں تجربے کرتا رہتا تھا۔ اس نے میری بیٹی سے شادی کی درخواست کی۔ میں نے انکار نہ کیا۔

سوچا نو جوان آدمی ہے۔ ڈاکٹر ہے۔ میری بیٹی اسے پسند کرتی تھی۔ شاید ایس نے اسے ایک روز اپنے کمرے میں ایک خرگوش کی گردن میں شگاف کر کے اس کا خون پیتے دیکھ لیا تھا۔

ایس اس سے نفرت کرنے لگی۔ ڈاکٹر نے اپنے

تجربے جاری رکھے۔ وہ کوئی خاص قسم کی دوائی بنا رہا تھا جس کو پی کر وہ بھیڑیے کی شکل اختیار کر سکتا تھا۔ چنانچہ ایک روز وہ یہ دوائی بنانے میں کامیاب ہو گیا۔

بوڑھے نے کہا۔
”ایسا کبھی نہ سوچنا میری بچی! یہ شخص بڑا طاقتور ہے۔ کوئی اسے ہلاک نہیں کر سکتا۔“
ماریا نے کہا۔

”تم پریشان نہ ہو بابا! یہ کام تم میرے سپرد کر دو۔“

میں اس شیطان سے ضرور انتقام لوں گی۔“
اس کے بعد ماریا نے بوڑھے کی ترنجیریں کھول دیں اور اسے اٹھا کر ایک لکڑی کے تخت پوش پر لٹا دیا۔
اس پر کمبل ڈالا اسے پانی پلایا اور کہا۔

”میں واپس جا کر کسی سواری کا انتظام کر کے آؤں گی اور تمہیں ایس کے پاس پہنچا دوں گی۔“

ماریا نے کہا۔
میں نے وہ جگہ دیکھی ہے جہاں یہ خبیث ڈاکٹر شیطانی تجربے کرتا ہے۔

اس نے میرے سامنے ایک دوائی پی جس کے بعد اس کا چہرہ بھیڑیے کا بن گیا۔

میں رات سے اس کا تعاقب کر رہی ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔

بوڑھے نے کانپتے ہوئے کہا۔

نہیں نہیں بیٹی! جب تک یہ شیطان زندہ ہے۔

مجھے میری بچی کے پاس مت لے جانا۔

نہیں تو یہ ظالم شخص میری بچی کو زندہ نہ چھوڑے

گا۔

ماریا نے کہا۔

”گھبراؤ نہیں بابا! میں سب سے پہلے اس شخص کا

خاتمہ کروں گی۔ اب تم یہاں آرام کرو۔ میں دن میں

کسی وقت آؤں گی۔“

ماریا پرانی جیل والے کھنڈر سے باہر آ گئی۔

باہر اب دن کی روشنی پھیل رہی تھی، وہ بستی کے

باہر والے ایس کے مکان کی طرف چل پڑی۔ ایک

جگہ اسے ایک گھوڑا چرتا نظر آیا۔

ماریا اس کے قریب آئی۔ اسے پچکارا۔ گھوڑے

نے سر گھما کر دیکھا۔ اسے پچکارنے والا انسان نظر نہ

آیا۔

ماریا ایک دم سے گھوڑے پر سوار ہو گئی اور اسے

بڑی مہارت سے جکڑ کر باگیں کھینچ لیں۔

گھوڑا کچھ دیر تک تو تھرتھرا کا پتا رہا۔ پھر وہ سر پٹ

بھاگ اٹھا۔

ماریا دن نکلنے سے پہلے پہلے ایس کے مکان پر

پہنچ گئی۔ اس نے گھوڑے کو چھوڑ دیا اور ایس کے

کمرے کے باہر آ کر تالا کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے تالا ہاتھ میں پکڑ کر زور سے مروڑا۔ وہ ٹوٹ کر اس کے ہاتھ میں آ گیا۔

تالا ٹوٹنے کی آواز اندر پلنگ پر نیم پردہ ایلس نے سنی تو اپنی کمزور آنکھیں کھول کر دروازے کی طرف دیکھا۔

دروازہ کھلا اور اپنے آپ بند ہو گیا۔ وہ سہم گئی۔ یہ کون اندر آ رہا تھا۔

دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ مگر مصیبتیں اور اذیتیں سب سے بہتے اس قدر پتھر ہو گئی تھی کہ موت اگر بھوت بن کر بھی آتی تو وہ اسے ضرور قبول کر لیتی۔

کھڑکی کے شیشوں میں سے دن کی روشنی کمرے میں آنے لگی تھی۔ ماریا ایلس کے پلنگ کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔

پھر اس نے کرسی گھسیٹ کر پلنگ کے قریب کی اور اس پر بیٹھ گئی۔

اب ایلس کے چہرے پر خوف سے پسینہ آ گیا۔ کمرے میں کوئی بھوت آ گیا تھا۔ اس کے ہونٹ کپکپانے لگے۔

ماریا اسے زیادہ خوف زدہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔
”ایلس!“

ایس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

”کہ۔۔۔ کہ۔۔۔ کون ہے؟“

ماریا نے کہا۔

میری بات غور سے سنو! مجھ سے ڈرو نہیں۔ میں

کوئی بھوت نہیں ہوں۔ میں کوئی روح بھی نہیں

ہوں۔

میرا نام ماریا ہے۔ میں ایک عورت ہوں۔ ایک

انسان ہوں۔ میں تمہاری مدد کے لیے یہاں آئی

ہوں۔

میں تمہارے باپ سے ابھی ابھی مل کر آ رہی

ہوں۔

میں نے جلدی سے پوچھا۔

”میرے بابا کا کیا حال ہے؟“

ایس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ماریا نے اسے

تسلی دیتے ہوئے کہا۔

وہ صرف تمہارے لیے پریشان ہیں۔ مگر اب تم

دونوں کی پریشانی کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ میں نے

اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیا ہے۔

وحشی ڈاکٹر انسان نہیں ایک بھیڑیا ہے۔ میں تم

لوگوں کو اس کے ظلم سے نجات دلانے آئی ہوں۔

ایس نے کہا۔

”ماریا بہن! تم۔۔۔ تم مجھے نظر کیوں نہیں آتیں؟“

تم ضرور کوئی روح ہو!“۔

ماریا نے کہا۔

”تمہیں اس قسم کے سوال پوچھنے کی کوئی ضرورت

نہیں ہے۔ تم یہی سمجھ لو کہ میں ایک انسان ہوں۔

روح نہیں ہوں اور صرف تمہاری مدد کے لیے یہاں

آئی ہوں۔ ورنہ مجھے تمہارے پاس آنے کی کوئی

ضرورت نہیں تھی۔“

ماریا نے باورچی خانے میں جا کر کافی بنائی۔

ڈبے میں سے بسکٹ اور ڈبل روٹی نکالی اور ایلس کو لا

کر ناشتہ کرایا۔

اس کا منہ ہاتھ دھلایا۔ اس کے جسم پر چابک

زخموں کے نشان تھے۔ ماریا نے ان زخموں پر دوائی

لگائی اور ایلس کو آرام سے لٹا کر کہا۔

”تم آرام کرو۔ اب میں اسی بھینڑیے انسان کی

تلاش میں جاتی ہوں۔ وہ جس قلعے میں رہتا ہے میں

اس جگہ سے واقف ہوں۔ میں اب وہاں جاتی

ہوں۔“

ایلس نے کہا۔

بہن ماریا! اب وہ قلعے میں نہیں گیا ہوگا۔ قلعے

میں وہ صرف رات کو جاتا ہے۔ دوائی پی کر بھینڑیا بن

جاتا ہے۔

دن کے وقت دوائی کا اثر ختم ہو جاتا ہے تو وہ پھر

آدمی کی شکل میں آ جاتا ہے۔ اس وقت وہ لندن شہر کے مشرقی علاقے میں اپنی دکان میں مریضوں کا علاج کر رہا ہوگا۔

وہاں وہ نیک دل ڈاکٹر بن کر دن گزارتا ہے۔

ماریا بڑی حیران ہوئی کہ یہ کیسا انسان ہے جو رات کو بھٹیڑیا بن کر ظلم ڈھاتا ہے اور دن کو شریف ڈاکٹر بن کر مریضوں کا علاج کرتا ہے۔

اس نے ایلیس سے ڈاکٹر کے مطب کا پورا پورا پتا لے لیا۔ جانے سے پہلے اس نے ایلیس سے پوچھا۔

”اب وہ یہاں کس روز آئے گا ایلیس!“

ایلیس نے کہا۔

”اب وہ پرسوں رات کو بھٹیڑیا بن کر آئے گا۔ وہ دو دن ضرور ناغہ کرتا ہے۔“

ماریا مکان سے نکل کر سڑک پر آ کر رک گئی۔ وہ رات بھر کی مصروفیت سے بہت تھک گئی تھی اور اب قلعے میں جا کر آرام کرنا چاہتی تھی۔

چنانچہ وہ پیدل ہی چلتی ہوئی قلعے میں آ گئی۔ کھانا کھا کر اس نے غسل کیا اور سو گئی۔

دوپہر کے بعد وہ سو کر اٹھی تو بالکل تازہ دم تھی۔ دھوپ کا رنگ سنہرا ہونے لگا تھا۔ دن ڈھلنا شروع ہو گیا تھا۔

ماریا نے گرم کپڑے پہنے اور قلعے سے نکل کر شہر

جانے والی سڑک پر آ کر کھڑی ہو گئی۔ شہر وہاں سے کافی دور تھا۔ وہ پیدل نہیں جاسکتی تھی۔

اسے کسی سواری کی ضرورت تھی۔ اس سڑک پر سے سواریاں گزرا کرتی تھیں۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ تو کسی کو دکھائی نہیں دیتی تو پھر کسی بگھی کو وہ کس طرح اشارہ کر کے کھڑی کرے؟۔

آخر اسے ایک ترکیب سوچھی۔ اس نے دیکھا کہ ایک درخت جو زیادہ مضبوط نہیں تھا۔ سڑک کے کنارے کھڑا تھا۔

ماریا درخت کے قریب گئی۔ اس نے اپنی فیسی طاقت کو ایک جگہ اکٹھا کیا۔ دونوں ہاتھ درخت کے

تنے پر رکھے اور زور لگانا شروع کر دیا۔ درخت اکھڑنے لگا۔ آخر وہ ایک دم جڑ سے اکھڑ کر دھڑام سے سڑک پر گر پڑا۔

ماریا سڑک کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ کر بگھی کا انتظار کرنے لگی۔ اسے زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا اور دور سے ایک گھوڑا گاڑی یعنی بند بگھی آتی نظر آئی۔

کوچوان نے جو سڑک پر ایک درخت گرا دیکھا تو باگیں کھینچ لیں۔ بند بگھی رک گئی۔ اس میں سواریاں بھی بیٹھی تھیں کوچوان گالیاں دیتا نیچے اتر اسواریوں کو بلاتے ہوئے کہنے لگا۔

مرد باہر نکل کر درخت اٹھانے میں میری مدد کریں

نہیں تو گاڑی آگے نہیں جاسکے گی۔

وہ آدمی بڑبڑاتے ہوئے بگھی سے باہر آ گئے۔

انہوں نے مل کر درخت کو اٹھایا اور سڑک کے باہر پھینک دیا۔

سب سوراہاں دوبارہ بگھی میں سوار ہو گئیں۔ اس

دوران میں ماریا بگھی کی چھت پر سامان کے بیچ میں

آرام سے بیٹھ چکی تھی۔

کیونکہ بگھی کے اندر تھوڑی سی بھی جگہ نہیں

تھی۔ کوچوان بھی بڑبڑاتا، تھوکتا، گالیاں دیتا اور اپنی

جگہ پر آ کر بیٹھ گیا۔

اس نے چابکدہرائی اور گھوڑے دوڑانے لگے۔

ماریا جہاں بیٹھی تھی وہ جگہ کوچوان کے بالکل پیچھے
تھی۔ بگھی شہر لندن کی طرف کچی سڑک پر ہچکولے
کھاتی بھاگی جا رہی تھی۔

چابک کوچوان کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے سر پر

جو ہیٹ پہن رکھا تھا اس کی دو ڈوریاں دائیں بائیں

کانوں کے نیچے لٹک رہی تھیں۔

ماریا نے سوچا کہ کوئی شرارت کرتی چاہیے تاکہ

سفر دلچسپی سے طے ہو۔ اس نے کوچوان کے ہیٹ کی

ایک ڈوری پکڑ کر کھینچی۔

کوچوان نے سر کو جھٹک کر بائیں جانب دیکھا۔

پھر ہیٹ کو سر پر اچھی طرح سے جمالیا۔ ماریا نے اب

دوسری ڈوری کھینچ دی۔

بھی سن لی تھی۔

اپنے آپ کو ایک موٹی سی گالی دی۔ اور غصے میں گھوڑوں پر چابک برسانے لگا۔ ایک بار پھر ماریا نے ڈوری کھینچی تو کوچوان کچھ پریشان سا ہو گیا۔

وہ گھبرا گیا۔ سمجھ گیا کہ کوئی بھوت قسم کی شے اس کے سر پر سوار ہو گئی ہے۔ ماریا نے اب کوچوان کی گنجی کھوپڑی پر ایک دھپ ماری۔

اس نے ہوا میں چابک لہرا کر ہوا کو ایک گالی دے دی۔

اس نے بگھی روک لی۔ نیچے اتر کر سوار یوں سے کہا۔

ماریا کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ ساری گالیاں اسے دی جا رہی ہیں۔ اس کو بھی غصہ آ گیا۔ اس نے زور سے ہاتھ مار کر کوچوان کا ہیٹ اڑا دیا۔

”گاڑی میں بھوت آ گیا ہے۔“
پچھے جا کر اس نے زمین پر گرا ہوا ہیٹ اٹھایا۔
اسے جھاڑ کر سر پر جمایا اور سوار یوں سے کہا۔

”کون گدھایہ شرارت کر رہا ہے؟“
ماریا ہنس پڑی۔ اس کی ہنسی کی آواز کوچوان نے

”تم میں ضرور کوئی بھوت ہے۔ بھوت سامنے آ جائے نہیں تو میں یگھی آگے نہیں چلاؤں گا۔“

سوار یوں نے اس کی بڑی منت سماجت کی مگر
کوچوان ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر ایک نوجوان نے
آگے بڑھ کر کہا۔
”اگر تم بگھی نہیں چلاؤ گے تو میں اسے چلاؤں
گا۔ میں نے دس برس تک کوچوانی کی ہے۔“
اب تو کوچوان کے ہاتھ پیر پھول گئے، بگھی ہاتھ
سے جاتی نظر آ رہی تھی۔

سارے لوگ اس کے خلاف تھے اور نوجوان سے
کہہ رہے تھے کہ ہاں ہاں تم بگھی چلاؤ۔
ہم دیکھیں گے یہ تمہیں کیسے روکتا ہے۔ لاچار ہو
کر کوچوان اپنی اونچی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ بڑبڑاتے اور

اپنے آپ کو گالیاں دیتے ہوئے اس نے زور سے
گھوڑوں کو چابک ماری اور بگھی کو آگے بڑھایا۔
ماریا یہ سارا کھیل دیکھ رہی تھی۔ اس
نے شہر پہنچنے تک کوچوان کو کچھ نہ کہا۔ شام ہو چکی تھی۔
جب گاڑی شہر کی سرائے کے باہر جا کر رک گئی۔ وہاں
کوچوان بڑھ بڑھ کر ڈینگیں مارنے لگا۔
”راستے میں ایک بھوت مل گیا۔ میں نے بھی
اسے ایسی پٹنی دی کہ فوراً سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ
گیا۔ بھلا میرے سامنے کوئی بھوت ٹھہر سکتا ہے؟“
سرائے کے باہر کھڑے لوگ اس کی بہادری کے
قائل ہو رہے تھے۔

ماریا وہاں سے چلنے ہی والی تھی۔ اس نے کوچوان کی ڈینگیں سین توپٹ کر کوچوان کی پیٹھ پر زور سے لات ماری۔

کوچوان منہ کے بل گر پڑا۔ لوگ اس کا مذاق اڑانے لگے اور کوچوان ہکا بکا ہو کر لوگوں کو تنکے لگا۔
”یہ تمہاری شرارت تھی۔ تم نے مجھے لات ماری ہے۔“

اور وہ ایک نوجوان سے لڑائی کرنے لگا۔
ماریا کو ایلس نے شیطان ڈاکٹر کا جوائڈر لیس بتایا تھا، وہ سیدھی اسی محلے میں آگئی۔ یہ ایک پرانا اور گنجان آباد محلہ تھا۔

جہاں گندی گندی گلیاں تھیں۔ اور بوسیدہ مکان ایک دوسرے کے اوپر جھکے ہوئے تھے۔ بہت کم لوگ دکھائی دے رہے تھے۔

معلوم ہوتا تھا کہ یہاں بہت کم لوگ رہتے ہیں۔ اکثر مکانوں پر اندھیرا چھایا تھا۔ ایک چھنی ہوئی گلی سے گزر کر ماریا ایک مکان کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔

مکان کے باہر ڈاکٹر پوٹوس کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔
ایلس نے اس کا نام یہی بتایا تھا مکاتوں کا دروازہ بند تھا۔ اس نے دروازہ کو ذرا سا دھکیلا۔ دروازہ اندر کو

کھل گیا۔

وہی قلعے کی رات والا اونچا لمبا اچھی خاصی شکل والا ادھیڑ عمر ڈاکٹر شیطان کرسی پر بیٹھا ایک مریض کے سینے پر ٹوٹی لگائے اسے دیکھ رہا تھا۔

اس وقت اس کے چہرے پر بڑی ملائمت اور ہمدردی تھی۔ جبکہ اس رات وہ بھیڑیے کی شکل میں انسانیت پر ظلم و ستم ڈھا رہا تھا اور غریب بے بس عورت اور مظلوم بوڑھے کو چابکوں سے مار رہا تھا۔ بہر حال یہ ایک شیطانی روح تھی جس نے نیک دل انسان کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔

دروازہ ذرا سا کھلا تو ڈاکٹر نے آنکھیں اٹھا کر

دیکھا اسے کوئی بھی دکھائی نہ دیا۔ اس نے نوکر کو آواز دی۔

”پٹیٹر! پٹیٹر! کہاں ہو تم؟“

ایک کبڑا بد شکل اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ ڈاکٹر نے اس کی طرف دیکھا۔

”یہ دروازہ اپنے آپ کیوں کھل گیا ہے؟ کیا باہر ہوا چل رہی ہے؟“

کبڑے نے نفی میں سر ہلایا اور کہا۔

”نہیں جناب! باہر تو ذرا سی بھی ہوا نہیں چل رہی۔“

پھر یہ دروازہ کس نے کھولا؟

کیا اندر بھوت آ گیا ہے؟۔

بھوت کا نام سن کر مریض کی جان ہوا ہو گئی۔

اس نے دائیں بائیں خوف بھری نظروں سے

دیکھا اور اٹھ کر باہر کو بھاگ گیا۔

ڈاکٹر نے کبڑے سے کہا۔

”بد تمیز بد شکل آدمی! تم نے کالاً علم کس دن کے

لیے پڑھا تھا؟ اپنے علم کے زور سے معلوم کرو کہ اندر

کون آیا ہے؟“۔

کبڑے نوکر کی آنکھوں میں شیطانی چمک پیدا

ہوئی۔ اس نے سر کو ایک طرف جھکا کر فضا میں کچھ

سوٹھنے کی کوشش کی۔

اور دروازے کے پاس آ کر اور زیادہ جھک کر

سوٹھنے لگا۔

ماریا جلدی سے پرے ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ یہ کم

بخت تو اس کے سر پر ہی چڑھا آ رہا تھا۔ اچانک

کبڑے نے ناک سیڑ کر کہا۔

”مالک! کمرے میں کوئی انسان موجود ہے۔“

ڈاکٹر چونک کر کھڑا ہو گیا۔

”کیا کہا؟ انسان موجود ہے۔ یعنی ہمارے علاوہ

بھی کوئی انسان موجود ہے؟“۔

”ہاں جناب! میرا علم کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔

یہاں ایک ایسا انسان موجود ہے جو ہماری طرح

سانس لے رہا ہے۔ میں اس کے سانسوں کی آواز سن رہا ہوں۔“

ماریا نے جلدی سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور آہستہ آہستہ سانس لینے لگی۔

یہ کم بخت تو سب کچھ جان گیا تھا۔ اس کے پاس تو بڑا خطرناک علم تھا۔ ماریا کچھ پریشان سی ہو گئی کہ کہیں یہ اس کے پاس آ کر اسے ایک دم سے چمٹ نہ جائے۔

آدھی رات کو آؤں گا

ڈاکٹر شیطان پریشان سا ہو گیا۔ اس نے کبڑے کے کہا۔

”یہ انسان نظر کیوں نہیں آتا؟ کیا یہ کوئی روح ہے؟ کیا اس کے پاس کوئی خفیہ جادو ہے؟“۔

کبڑا برابر فضا میں ماریا کے سانسوں کی آواز سن رہا تھا۔ کہنے لگا۔

”جناب والا! مجھے یہ کوئی عورت لگتی ہے۔ عورت جو ان ہے اور بڑے سکون سے سانس لے رہی ہے، وہ اس وقت کمرے میں موجود ہے۔“

ڈاکٹر شیطان گھبرا کر کرسی کے پیچھے جا کھڑا ہو گیا۔

”کیا کہہ رہے ہو تم پیٹر! کیا تمہیں یقین ہے کہ اس کمرے میں ایک ایسی نو جوان عورت موجود ہے جو ہمیں دکھائی نہیں دے رہی۔“

کبڑے نوکر نے سر ہلا کر کہا۔

یقین ہے جناب! عورت غیبی شے ہے اور وہ اس کمرے میں اس وقت موجود ہے۔ میرا کالاعلم کبھی

جھوٹ نہیں بولتا۔

ڈاکٹر شیطان نے ڈنڈا اٹھا کر اسے دیتے ہوئے کہا۔

”کیا تم یہ ڈنڈا اس کے سر پر مار کر اسے بے ہوش کر سکتے ہو؟“

کبڑے نے ڈنڈا لے کر کہا۔

”کوشش کروں گا جناب!“

پھر وہ ذرا ہچکچایا اور بولا۔

”جناب! کوئی پتا نہیں کہ یہ غیبی عورت کیا شے

ہے، ہو سکتا ہے یہ پرانے زمانے کی کوئی روح ہو جس

نے غیبی انسان کا روپ بدل لیا ہے۔“

ڈاکٹر نے چلا کر کہا۔

پھر کیا ہوا۔ تم میرے حکم کی تعمیل کرو۔ اس غیبی عورت کو مار مار کر بے ہوش کر دو۔

اگر ایسا نہیں کر سکتے تو اسے پکڑ کر سیویں سے باندھ کر میرے حوالے کر دو۔ میں اسے ایسا ٹیکہ لگاؤں گا کہ بے ہوش ہو جائے گی۔

پھر میں اس پر اپنا تجربہ کروں گا۔ اسے عورت سے بندر یا یار بچھنی بنا دوں گا۔

ماریا اچھل پڑی۔ یہ بد بخت نامراد ڈاکٹر اسے بھی اپنی طرح جانور بنانا چاہتا تھا۔ وہ مقابلے کے لیے بالکل تیار ہو گئی۔

اس نے فیصلہ کر لیا کہ اگر کبڑے نے اس کے سانس کے انداز سے اس کی جانب قدم بڑھایا تو وہ اسے ایسا سبق سکھائے گی کہ ساری عمر یاد رکھے گا۔

کبڑے نے ڈنڈا پکڑ لیا اور قدم قدم اس کی جانب بڑھنے لگا۔ جدھر سے اسے ماریا کے سانسوں کی ہلکی ہلکی آواز آ رہی تھی یہ آواز ڈاکٹر نہیں سن سکتا تھا۔

صرف کبڑا شیطان اپنے کالے علم کی وجہ سے محسوس کر رہا تھا۔ وہ ماریا کے بالکل قریب آ گیا۔ ماریا پرے ہٹ گئی وہ جدھر جدھر جا رہی تھی کبڑا اس کے سانسوں کی آواز سن کر ادھر کو ہی چلا آ رہا تھا۔

رہی تھی۔ شیطان ڈاکٹر نے کبڑے کی لاش کو ایک تہہ خانے میں پھینک دیا اور خود لبادہ اوڑھ کر مکان سے باہر آ گیا۔

ماریا اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ ایک جگہ بجھی کھڑی تھی۔ شیطان بھیڑیا اس بجھی پر سوار ہو گیا۔ اس نے گھوڑوں کو چابک ماری۔

گھوڑے گلی کی پتھریلی سڑک پر سرپٹ دوڑنے لگے۔ ماریا بجھی میں سوار ہو چکی تھی۔ یہ بجھی ایک ویران سی جگہ پر ایک اجڑی ہوئی سرائے کے باہر رک گئی۔

شیطان بھیڑیا اتر کر سرائے کے اندر آ گیا۔

ایک بار تو وہ بالکل اس کے سر پر پہنچ گیا ماریا گھبرا کر پیچھے ہٹی تو ایک الماری سے ٹکرا گئی جس کے اوپر رکھا ہوا تانبے کا گلدان نیچے گر پڑا۔

جونہی کبڑا شیطان ڈنڈا لے کر ماریا کی طرف بڑھا، ماریا نے میز پر رکھا کھاک ہوا ایک پتھر کا چھوٹا سا بات اٹھایا اور کبڑے کے سر پر دے مارا۔

کبڑا ایک چیخ مار کر زمین پر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ شیطان ڈاکٹر اچھل کر پرے ہٹ گیا۔ ماریا نے وہی بت اٹھا کر ڈاکٹر کے قدموں پر زور سے پھینک دیا۔ بت پاش ہو گیا۔

اب رات پڑ گئی تھی۔ کمرے میں ایک موم بتی جل

پراسرار انسان (عزیزانگ ماریا قسط نمبر 60)

پراسرار انسان (عزیزانگ ماریا قسط نمبر 60)

اس سرائے میں کبھی کوئی مسافر نہیں ٹھہرا تھا۔ ایک پرانی سی کوٹھڑی کے دروازے پر تالا لگا تھا۔ شیطان بھیڑیے نے جیب سے چابی نکال کر تالا کھولا۔ اندر جا کر موم بتی جلا کر ایک میز پر رکھی اور ایک بوسیدہ الماری کھول کر اس میں سے کچھ چیزیں نکالنے لگا۔ ماریا نے غور سے دیکھا کہ وہ ایک یکس میں سے وہ چمکدار چھریاں نکال کر لبادے میں چھپا رہا تھا۔ ماریا ہوشیار ہو گئی۔

یہ وحشی درندہ ضرور کسی کو قتل کرنے جا رہا تھا۔ چھریوں پر اس نے کوئی دوائی بھی لگائی تھی۔ شاید یہ کوئی زہر تھا۔

سرائے سے نکل کر وہ بکھی میں سوار ہوا اور اس مکان کی طرف چل پڑا جہاں ایلس رہتی تھی۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ اس پرانی سرائے سے نکلتے ہوئے شیطان ڈاکٹر نے ایک شیشی میں سے کوئی سیاہ رنگ کی دوائی بھی پی لی تھی۔ یہ وہی دوائی تھی جسے پی کر وہ انسان سے بھیڑیا بن جاتا تھا جس وقت یہ شیطان ڈاکٹر ایلس کے مکان میں داخل ہوا تو وہ انسان سے بھیڑیا بن چکا تھا۔ اس کے ماتھے پر بال اگ آئے تھے اور دانت باہر کو نکل پڑے تھے۔

ایلس کے کمرے میں جا کر اس نے دیکھا کہ

ایلیں بڑے آرام سے بستر پر لیٹی ہے۔ اس کے اوپر کسی نے گرم لحاف ڈال رکھا ہے۔

میز پر کافی کی پیالی اور بسکٹ رکھے ہیں۔

شیطان بھیڑیا غرایا۔ ایک ہاتھ ما کر اس نے بسکٹ کی پلیٹ اور کافی کا پیالہ دور پھینک دیا۔ ایک چھنا کے کی آواز کے ساتھ یہ دونوں چیزیں ٹوٹ پھوٹ گئیں۔

اب اس نے لبادے میں سے دونوں چھریاں نکال کر دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیں اور آہستہ آہستہ ایلیں کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

ایلیں اس کی شکل اور اس کے ہاتھوں میں چھریاں

دیکھ کر رونے لگی۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

”خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔ مجھے نہ مارو۔

میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔“

وہ سمجھ گئی تھی کہ اس کا آخری وقت آ گیا ہے اور اب اسے دنیا کی کوئی طاقت اس درندے سے نہیں بچا سکتی۔

ایلیں نے ماریا کو بہت یاد کیا۔ بھیڑیا چھریاں ہاتھوں میں لیے ایلیں کے سر ہانے آ کر رک گیا اور اپنی شیطانی وحشی آنکھوں سے ایلیں پر جھک کر دیکھنے اور غرانے لگا۔

ایلیں کے منہ سے نکل گیا۔

”ماریا! تم کہاں ہو میری بہن؟“

ماریا کے بھی منہ سے نکل گیا۔

”میں آگئی ہوں، ایلس! گھبراؤ نہیں۔“

اس غیبی آواز پر بھیڑیا اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

ماریا قریب ہی کھڑی اس کے قریب اس کے ہاتھ

سے چھریاں چھیننے کی سوچ رہی تھی۔

شیطان بھڑیے نے وقت ضائع کرنا مناسب نہ

تھا اور اچانک چھریوں والے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے

چاہتا تھا کہ ایک ہی وار سے ایلس کا خاتمہ کر دے کہ

ماریا نے آگے سے اپنی لات اس کے سینے پر زور سے

ماریا۔

شیطان بھیڑیا پشت کے بل فرش پر گر پڑا۔ ماریا

کی لات میں چھ آدمیوں طاقت آگئی تھی۔

چھریاں اس کے ہاتھ سے چھٹ کر دور جا

گریں۔ شیطان بھیڑیا بھی بڑا طاقتور تھا۔ وہ تیزی

سے اٹھا اور چھریوں کی طرف لپکا۔

مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی ماریا دونوں

چھریاں غائب کر چکی تھی۔ اب شیطان بھیڑیا ماریا

کے رحم و کرم پر تھا۔

ایلس بستر پر اٹھ کر کانپتے ہوئے یہ خونی کھیل دیکھ

رہی تھی۔

بھیڑیا انسان چاروں طرف اچھل کود کر رہا تھا

تاکہ ماریا کے حملے سے بچ سکے مگر ماریا ماریا کے حملے سے بچنا اس کے بس میں نہیں تھا۔

وہ بڑے سکون سے چھری پکڑے ایک طرف کھڑی انتظار کر رہی تھی۔ کہ وہ ذرا کے اور چھری اس کے سینے سے پار کر دے۔

اور پھر ایسا ہی ہوا۔ جونہی بھیڑیے انسان نے ذرا سارک کر ایس کا گلا دبا کر اسے ہلاک کرنا چاہا اور وہ ذرا آگے بڑھا۔

ماریا نے ہاتھ اٹھا کر پوری طاقت سے چھری بھیڑیے انسان کے سینے میں اتار دی۔ کمرے کی فضا میں ایک ایسی چیخ بلند ہوئی جو ایک بھیڑیے کی چیخ

تھی۔

اس میں انسانی چیخ کی بگڑی ہوئی تکلیف دہ آواز بھی شامل تھی۔

ایس تڑپ کر بستر سے نیچے جا گری۔ بھیڑیا انسان سینے پر ہاتھ رکھے کمرے میں گردش کرنے لگا۔ ماریا نے موقع دیکھ کر ایک وار اور کر دیا۔

یہ وار بھیڑیے انسان کے گردن پر کیا گیا۔ اس کی گردن سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ دوسرا وار ماریا نے ایک بار پھر اس کے سینے پر کیا۔

ان چھریوں میں زہر بھی ملا ہوا تھا۔ زہر کا اثر بہت تیز تھا۔ بھیڑیا زمین پر گر پڑا۔ اس کا جسم تھر تھرانے

لگا۔

آنکھیں زہر کے اثر سے باہر کو ابل آئیں۔ وہ بھیڑیے سے انسان کی شکل میں آنا شروع ہو گیا اور جب اس کا دم نکل گیا تو وہ ڈاکٹر لوٹوس کی شکل میں واپس آ چکا تھا اور اس کے چہرے پر سکون تھا۔

ایسے لگتا تھا جیسے وہ کسی عذاب سے نجات حاصل کر گیا ہو۔ ایس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔
”ماریا! ماریا! بہن!“

ماریا نے کہا۔

”میں تمہارے پاس ہوں ایس! میں نے اس شیطان کو ختم کر دیا ہے۔ اب یہ کبھی تمہیں پریشان نہیں

کرے گا اگر میں آج اسے ہلاک نہ کرتی تو یہ تمہیں قتل کر چکا ہوتا۔“

ایس بستر پر بیٹھ گئی۔ وہ خوف زدہ تھی۔ اس کا چہرہ زرد اور ماتھے پر پسینے کے قطرے موم بتی کی روشنی میں جھلما رہے تھے۔

اس نے کہا۔

”ماریا بہن! میں کس طرح سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔ تم نے میری زندگی بچا کر مجھ پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے اس درندے کی موت نے میری اور میرے باپ کی زندگی کے بہت سے عذاب کو ہمیشہ ختم کر دیا ہے۔“

ماریا نے کہا۔

تم یہیں ٹھہرو۔ میں تمہارے باپ کو بھی لے کر
ابھی آتی ہوں۔ وہ میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ تم
گھبرانا نہیں۔

اب یہاں کوئی نہیں آئے گا۔

ایلیس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ ماریا نے
بھیڑیے انسان کی لاش کو اٹھا کر باہر باغ کے ایک
گڑھے میں ڈال کر اوپر مٹی ڈال دی اور کبھی میں سوار
ہو کر ایلیس کے باپ کو لینے چل دی۔

رات کی خاموشی میں اس کی کبھی کے گھوڑوں کی
آواز دور تک گونج رہی تھی۔ پرانی جیل کی عمارت

میں ایلیس کا انتظار بھی کر رہا تھا۔ اتنے میں اسے باہر
نگھنی کے رکنے کی آواز سنائی دی۔

پھر دروازہ کسی نے کھول دیا۔ بوڑھے نے چہرہ
اٹھا کر دیکھا۔

”ماریا بیٹی! کیا یہ تم ہو؟“

ماریا نے کہا۔

”ہاں بابا! میں تمہیں لینے آئی ہوں۔ میں نے
شیطان ورنے کو ہلاک کر کے تمہیں اور تمہاری بیٹی
ایلیس کی زندگی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔
میرے ساتھ چلو۔ ایلیس تمہارا انتظار کر رہی ہے۔“

ماریا نے بوڑھے کو کبھی میں بٹھایا اور ساتھ لے کر

ایلیں کے پاس آ گئی۔ ایلیں باپ سے لپٹ کر رونے لگی۔

باپ بیٹی دیر تک آنسو بہاتے رہے پھر انہوں نے ماریا کا بہت شکریہ ادا کیا۔

ماریا نے کہا۔

بابا! میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ اب تم لوگ یہاں آرام و سکون کی زندگی بسر کرو۔

میں جاتی ہوں۔ مجھے بھی اپنے دو بھائیوں کی تلاش ہے جو مجھ سے پھٹ گئے ہیں۔ بہر حال میں کبھی کبھی یہاں آ کر تمہاری خیریت دریافت کرتی رہوں گی۔

بوڑھے نے عاجزی سے کہا۔

”بیٹی! ہم تمہارا یہ احسان زندگی بھر فراموش نہ کر سکیں گے۔ مگر میری بچی! تم نے یہ نہیں بتایا کہ تم کون ہو؟ کس کی روح ہو؟ اور کہاں سے آئی ہو؟“

ماریا نے ہنس کر کہا۔

بابا! میں کسی کی روح نہیں ہوں۔ میں بھی تمہاری طرح سے انسان ہوں اور تمہاری طرح سوتی جاگتی اور کھاتی پیتی ہوں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ تم لوگ نظر آتے ہیں۔ میں نظر نہیں آتی۔

اچھا خدا حافظ۔

ماریا چلی گئی۔

وہ بگھی میں سوار ہو کر واپس اپنے قلعے میں آ گئی۔
دوسرے روز وہ دیر تک سوتی رہی۔

شام کو وہ لندن شہر میں آ گئی اس نے بازاروں
میں گھومتے پھرتے لوگوں کی شکلوں کو غور سے دیکھنا
شروع کر دیا۔

اسے یقین تھا کہ ناگ یا عبرت اسے وہیں کہیں نہ
کہیں ضرور مل جائیں گے۔

یونہی گھومتے پھرتے ماریا شہر کی بندرگاہ پر آ گئی۔
یہاں بہت سے چھوٹے بڑے بادبانی جہاز کھڑے
تھے۔

لوگوں کی خوب چہل پہل تھی۔ ماریا نے سوچا کہ
کیوں نہ ان جہازوں پر چل کر دیکھا جائے۔ شاید
کہیں مسافروں میں ناگ یا غبر دکھائی دے جائیں۔
وہ ایک جہاز کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر عرشے پر آ
گئی۔ یہاں لوگ اپنا اپنا سامان ٹھیک کر رہے تھے۔
معلوم ہوا کہ یہ جہاز کسی شہر کو جانے والا ہے۔
ماریا مسافروں کو غور سے دیکھتی جہاز کے نیچے والے
عرشے پر آ گئی۔

یہاں بھی مسافر بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے
تھے۔ اور کھاپی رہے تھے۔ ماریا نے ایک ایک کیبن
میں جھانک کر دیکھنا شروع کر دیا۔

اچانک اسے ایک آدمی پر عزیز کا شبہ ہوا۔ یہ آدمی سر پر ایک گٹھڑی اٹھائے ایک راہداری کی طرف جا رہا تھا۔

جس وقت ماریا اس کے قریب پہنچی وہ ایک کوٹھڑی میں داخل ہو چکا تھا۔

ماریا بھی اس کے ساتھ ہی کوٹھڑی میں داخل ہو گئی۔ اس نے آدمی نے جب گٹھڑی سر پر سے اتار کر کونے میں پھینکی تو ماریا نے ہلکی ہلکی روشنی میں دیکھا کہ وہ کوئی دوسرا آدمی تھا۔

عزیز نہیں تھا۔

ماریا کو بڑا افسوس ہوا۔ ابھی وہ باہر نکلنے کے

بارے میں غور ہی کر رہی تھی کہ وہ آدمی کوٹھڑی سے باہر چلا گیا۔

اس نے جاتے ہوئے دروازہ باہر سے بند کر کے تالا لگا دیا۔ ماریا نے چونک کر دیکھا۔

ماریا دروازے کے پاس آ گئی یہ دیکھ کر وہ پریشان ہوئی کہ دروازہ لوہے کی بہت موٹی اور مضبوط چادر کا تھا۔

اس نے بہت زور لگایا مگر دروازہ اپنی جگہ سے ذرا سا بھی نہ ہلا۔ اب تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

اس نے زور زور سے دروازے پر ہاتھ مارنے شروع کر دیئے کہ شاید آواز سن کر کوئی آئے۔

دروازہ کھولے اور وہ جلدی سے باہر نکل آئے مگر وہ دروازہ ایسا تھا کہ اس کی آواز ہی پیدا نہیں ہوتی۔

ماریا گھبرا گئی۔ اب کیا کرے؟ اتنے میں اسے جہاز کے انجنوں کے چلنے کی آواز سنائی دی۔ جہاز چل پڑا تھا۔

وہ دروازے کو اور زیادہ زور زور سے بجاتے لگی۔ مگر وہ سٹور روم تھا۔ وہاں کوئی نہیں آتا تھا۔ مسافر کافی دور اپنے اپنے سامان کے پاس بیٹھے تھے یا اوپر عشرے پر کھڑے جہاز کے روانہ ہونے کا منظر دیکھ رہے تھے۔

جہاز بندرگاہ سے چل کر کھلے سمندر میں داخل ہو

گیا اور اس نے مصر کی بندرگاہ اسکندریہ کا رخ پکڑ لیا۔ جہاز کے سٹور روم میں ماریا بے بسی کی حالت میں سامان کے پاس بیٹھ گئی۔

یہاں لکڑی کے بڑے بڑے ڈبوں میں سیب، ناشپاتیاں، خشک میوے اور سبزیاں تھیں۔ ماریا سمجھ گئی کہ جب تک جہاز کسی بندرگاہ پر نہیں رکتا وہ یہاں سے باہر نہیں نکل سکتی۔

مجبوراً اس نے ایک پیٹی کو توڑ کر سیب نکالے اور کھانے لگی۔

قارئین! آپ کو معلوم ہی ہے کہ عزناگ امیر بوڑھے کپتان جارج کے مال بردار جہاز پر لندن آ رہا

پہنچ گیا ادھر ناگ بھی اسی شہر کی ایک سرائے میں
سوداگر کی حیثیت سے ٹھہرا ہوا تھا۔

اس کے پاس کافی روپے تھے۔ جواب آہستہ
آہستہ ختم ہونا شروع ہو گئے تھے۔ ناگ روزانہ صبح کے
وقت شہر میں آ کر گھومتا پھرتا۔

عزنا اور ماریا سے ملنے کی کوشش کرتا اور شام کو
واپس سرائے میں جا کر سو جاتا۔ یونہی عزنا بھی اسی شہر
میں آ گیا۔

دولت مند بوڑھے جارج کا عالی شان پرانا مکان
شہر کے کوئے پر ایک جھیل کے کنارے تھا یہ بڑا پرانا
گھر اس میں کئی کمرے تھے۔

تھا۔
اس نے بوڑھے جارج کی جان بچائی تھی۔ کیونکہ
اس کے رشتے دار جائیداد کی خاطر اسے قتل کرنا چاہتے
تھے۔

بوڑھا جارج عزنا کا بہت ممنون ہو گیا تھا۔ اس نے
عزنا سے کہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ لندن والے اس
کے عالی شان گھر میں جا کر رہے۔

وہ اسے آدھی جائیداد دینے اور اپنا بیٹا بنانے پر
بھی راضی ہو گیا تھا۔ عزنا نے کچھ نہ کہا تھا۔ جہاں اس کا
خیال تھا کہ ناگ اور ماریا کو تلاش کر سکے گا۔

چنانچہ عزنا بوڑھے کپتان جارج کے ساتھ لندن

بوڑھا جارج صرف ایک کمرے میں رہتا تھا۔ ایک بوڑھی عورت اس کی خادمہ تھی۔ اس نے ساتھ والا کمرہ عزیز کو دے دیا۔

عزیز نے وہاں رہنا شروع کر دیا۔ عزیز بھی روزانہ شہر میں آ کر ادھر ادھر چکر لگاتا کہ شاید کہیں ناگ وغیرہ مل جائیں۔

مگر اتفاق ایسا ہوتا کہ ان کی ملاقات نہ ہوتی۔

ایک روز شام کو عزیز تھکا ماندہ پرانے گھر میں داخل ہوا تو ایک کمرے کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے خادمہ کی آواز سنائی دی اور اندر کسی سے باتیں کر رہی تھی۔

عزیز حیران ہوا کہ یہ خادمہ کس سے باتیں کر رہی ہے جبکہ اس گھر میں سوائے جارج اور عزیز کے تیسرا کوئی آدمی کوئی نہیں تھا۔

اس نے کان لگا کر سنا۔ اسے سنائی دیا کہ خادمہ کسی سے کہہ رہی ہے۔

نہیں نہیں آج رات نہیں۔ پھر کسی رات کو آنا ہے۔ یہ کام بڑا خطرناک ہے۔ جارج کا ایک مہمان بھی کھڑا ہوا ہے۔

پہلے میں اس مہمان کو یہاں سے چلتا کر لوں پھر تم آ جانا۔

ایک آدمی کی آواز آئی۔

تم خواہ مخواہ ڈر رہی ہو۔ مہمان ہمارا کیا بگاڑ لے گا۔

وہ تو اپنے کمرے میں سویا ہوگا۔ میں جارح کے کمرے میں آدھی رات کے بعد داخل ہوں گا اور بڑے آرام سے اس کا گلا کاٹ کر ہلاک کرواپس چلا جاؤں گا۔

پھر اس کی ساری جائیداد میرے قبضے میں آ جائے گی اور ہم دونوں شادی کر لیں گے۔ خادمہ نے کہا۔

”لیکن تمہارا بڑا بھائی بھی تو اس جائیداد میں حصے دار ہوگا۔ وہ کبھی تمہیں اجازت تمہیں دے گا کہ تم مجھ

سے شادی کر سکو۔“

آدمی کی آواز آئی۔

”وہ کون ہوتا ہے میرے کام میں دخل دینے والا، میں اسے بھی قتل کر دوں گا۔ تم فکر نہ کرو۔ جو آدمی ایک قتل کر سکتا ہے، اس کے لیے دوسرا قتل کوئی مشکل بات نہیں ہوتی۔“

خادمہ نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

”اچھا۔ اچھا تو پھر آج رات تم آ جانا۔ تم جارح کے کمرے کی کھڑکی اندر سے کھلی رکھنا۔“

”ٹھیک ہے۔ اب تم جاؤ خدا کے لیے۔ جارح ابھی چائے کے لیے آواز دے گا۔ اس بڑھے کی

چائے کا وقت ہو رہا ہے۔“

”اچھا! خدا حافظ! آدھی رات کو آؤں گا۔ کھڑکی کھلی رکھنا۔“

”جلدی سے چلے بھی جاؤ اب۔“

کوئی کھڑکی میں سے باہر کود گیا۔ غیر سمجھ گیا کہ یہ سارا منصوبہ نیک دل جارج کو قتل کر کے اس کی جائیداد پر قبضہ جمانے کے لیے بنایا جا رہا ہے۔ وہ ہوشیار ہو گیا۔

جاگتے رہنا جارج!

اپنے کمرے سے بوڑھے جارج نے آواز دی۔

”مگر بیٹا! چائے کہاں ہے میری؟“

خادمہ جلدی سے کمرے سے باہر نکلی۔ سامنے عزیر

سے مٹھ بھینٹ ہو گئی۔ نوجوان خادمہ نے بڑی خندہ

پیشانی سے جھک کر عزیر کو سلام کیا۔

”شام بخیر جناب!“

”شام بخیر“

سے دیکھ رہا تھا۔

اس کا خیال تھا کہ عزیز نے کچھ نہیں سنا۔ اسے کیا خبر کہ وہ تو ان کی پوری سازش سے باخبر ہو چکا تھا۔ اب ایک منصوبہ عزیز کے ذہن میں آ گیا تھا۔

خادمہ چائے لینے باورچی خانے کی طرف بھاگی۔ جاتے جاتے اس نے چارج کے کمرے میں منہ ڈال کر کہہ دیا۔

”ابھی لارہی ہوں جناب“۔

عزیز بوڑھے چارج کے کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہ آرام کرسی پر کھڑکی کے قریب بیٹھا پائپ پی رہا ہے۔ اور سمندری جہاز کے ایک نمونے کو غور

اس نے عزیز کو دیکھ کر مسکرا کر کہا۔
ادھر آؤ عزیز تمہیں ایک تاریخی جہاز کا نمونہ دکھاؤں۔ یہ دیکھو۔ اس جہاز کا نام کا سا بلنکا ہے۔ یہ جہاز گمبی ہالینڈ کے بادشاہوں کے پاس ہوا کرتا تھا۔ پھر ایک بحری ڈاکو نے اس پر قبضہ جمالیا۔ کہتے ہیں اسی جہاز پر لنکڑے بحری ڈاکو کیپٹن کلک نے شاہی خاندان کے ایک ایک فرد کو قتل کر کے سمندر میں پھینک دیا تھا۔

عزیز بھی میز پر رکھے ہوئے بادبانی جہاز کے نمونے کو جھک کر غور سے دیکھنے لگا۔

”اس میں کوئی شک نہیں بڑا خوبصورت جہاز ہے۔“

بوڑھے جارج نے کہا۔

”میرے والد صاحب کہا کرتے تھے کہ وہ بحری

ڈاکو کیپٹن کلک سے مل چکے تھے۔“

پھر بوڑھے جارج نے سرگوشی میں کہا۔

”انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ اس بحری ڈاکو نے اپنا

خزانہ کہاں چھپا رکھا ہے۔“

عزیر یونہی بناوٹی حیرانی سے پوچھا۔

”کیا واقعی؟“

بوڑھا جارج مسکرایا۔

ہاں! میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میرے والد صاحب کے پاس خزانے کا نقشہ بھی تھا۔ مگر انہوں نے اسے جلا کر رکھ کر دیا۔

خدا بخشے وہ کہا کرتے تھے۔ بیٹا! آج تک جو لوگ بھی خزانوں کی تلاش میں نکلے کبھی زندہ سلامت واپس نہیں آئے اور پھر ہمارے پاس اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے ملی ہوئی اتنی دولت اور جائیداد تھی کہ ہمیں کسی خفیہ خزانے کی خاطر اپنی جان خطرے میں ڈالنے کی ضرورت نہیں تھی۔

عزیر! کیا تم کبھی کسی بحری ڈاکو سے ملے ہو؟

اب عزیر اس بوڑھے کپتن کو کیا بتاتا کہ وہ نہ صرف

پراسرار انسان (عزناگ ماریا قسط نمبر 60)

پراسرار انسان (عزناگ ماریا قسط نمبر 60)

بحری ڈاکوؤں سے ملا ہے بلکہ اس نے اتنے بحری ڈاکوؤں کو اور ان کے سرداروں کو قتل کیا ہے کہ اسے یاد ہی نہیں۔ وہ تو ہزاروں برس سے ڈاکوؤں کا مقابلہ کرتا چلا آیا تھا۔ وہ بوڑھے چارج کے سوال پر ہنس پڑا۔ کہنے لگا۔

”بھلا میں کیسے کسی بحری ڈاکو سے ملا سکتا ہوں۔“
بوڑھا چارج کہنے لگا۔

ٹھیک ہے۔ تم ایک شریف انسان ہو۔ اگرچہ تمہارے پاس جادو کے زور سے زبردست طاقت آگئی ہے اور تم کو کوئی ہلاک نہیں کر سکتا۔

مگر تم ایک امن پسند انسان ہو اور کسی کو کچھ نہیں

کہتے۔ پھر بھلا تمہارا واسطہ بحری ڈاکوؤں سے کیسے پڑ سکتا ہے؟

اتنے میں نو جوان خادمہ چائے کا طشت لے کر آگئی۔ چاندی کے برتن چمک رہے تھے۔ تھالیوں میں، سیب، انگور اور ناشپائیاں رکھی تھیں۔

عزنا نے اب نو جوان خادمہ کو غور سے دیکھا۔ اس کی ناک تھیکھی تھی۔ آنکھوں میں بڑی مکارانہ چمک تھی۔

خادمہ نے بھی اچانک عزنا پر نگاہ ڈالی۔ جب دیکھا کہ وہ اسے گھور رہا ہے تو جلدی سے نگاہیں نیچی کر لیں۔

”گریٹا تم جاؤ۔ غبر خود میرے لیے چائے بنائے گا۔ یہ بھی میرا بیٹا۔“

نوجوان خادمہ معنی خیز نظروں سے غبر کو لگتی دروازے سے باہر نکل گئی۔

غبر چائے بنانے لگا۔

اس نے کہا۔

”انکل جارج! آپ کی یہ خادمہ مجھے پراسرار لگتی ہے۔ کیا یہ آپ کی پرانی ملازمہ ہے؟“

جارج نے مسکراتے ہوئے کہا۔

برخودار! گریٹا نے اس گھر میں پرورش پائی ہے۔

اس کی ماں چھوٹی سی تھی جب ہمارے دادا جان اسے

آسٹریلیا سے اپنے ساتھ لائے تھے۔

وہ بوڑھی ہو کر اسی گھر میں انتقال کر گئی۔ گریٹا اسی

گھر میں پیدا ہوئی۔ یہیں اس نے پرورش پائی اور

ایک عرصے سے میری دیکھ بھال کر رہی ہے۔

میرے ماں باپ اور بیوی کے مرنے کے بعد

گریٹا نے مجھے بڑا سہارا دیا۔

میری بڑی خدمت کی۔ میں اس بے چاری کے

یے کچھ نہیں کرسکا۔ خیال ہے کہ اپنی وصیت میں اس

کے لیے ضرور کچھ نہ کچھ رقم چھوڑ جاؤں گا۔

غبر دل میں ہنس دیا۔ بے چارا بوڑھا جارج تو

نوجوان خادمہ گریٹا کے لیے ہمدردی کی باتیں سوچ

رہا تھا اور وہ آج رات اس کے بھتیجے سے مل کر اسے قتل کروا رہی تھی۔ وہ ہنس پڑا۔

بوڑھے جارج نے پوچھا۔

”کیا بات ہے عزنا؟“ تم ہنس کیوں دیے؟“

عزنا نے جلدی سے کہا۔

”کچھ نہیں۔ یونہی مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا تھا۔“

”کوئی لطیفہ؟ مجھے بھی تو سناؤ۔“

عزنا کو تو کوئی بھی لطیفہ اس وقت یاد نہیں تھا۔ بات

بدلنے کے لیے بولا۔

”انکل! آج رات تھیرڈ کیکنے نہ چلیں؟“

”ضرور ضرور۔ مگر میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ تم

گریٹا کے ساتھ چلے جانا۔“

”ٹھیک ہے۔“

جارج نے گریٹا کو بلا کر کہا۔

”گریٹا! تم آج رات ہمارے معزز مہمان کے

ساتھ تھیرڈ کیکنے چلی جانا۔ مجھے آرام کی ضرورت نہ

ہوتی تو میں بھی تمہارے ساتھ جاتا۔“

خادمہ پریشان ہو گئی۔ آج رات تو اس نے

بوڑھے جارج کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا پھر وہ کیسے جا

سکتی تھی۔

مگر مالک کا حکم بھی وہ نہیں ٹال سکتی تھی۔ اس نے

انکار کرنے کی کوشش کی مگر وہ بوڑھے جارج نے

صاف صاف کہہ دیا۔

”نہیں گریٹا! یہ ہمارا حکم ہے۔ تمہیں آج عہد کے ساتھ تھیٹر دیکھنے جانا ہوگا۔“

”بہت بہتر جناب۔“

خادمہ سر جھکا کر چلی گئی۔ اس نے سوچا کہ تھیٹر رات گیارہ بجے تک ختم ہو جائے گا۔ قتل آدھی رات کے بعد ہوگا۔

وہ واپس آ کر بھی جارج کی کھڑکی کھول سکتی ہے۔ عہد بڑا خوش تھا کہ اس کی سکیم کامیاب ہو رہی ہے۔

وہ خادمہ کو زیادہ سے زیادہ اپنے ساتھ رکھنا چاہتا

تھا۔ رات کا کھانا بوڑھے جارج اور عہد نے مل کر کھایا۔

اس کے بعد عہد نے کپڑے تبدیل کیے۔ گریٹا بھی کپڑے پہن کر تیار ہو چکی تھی۔ چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ تھی۔

حالانکہ اسے عہد اس وقت زہر لگتا تھا۔ عہد نے اسے اپنے ساتھ لگھی میں بٹھایا اور تھیٹر کی طرف روانہ ہو گئے۔

تھیٹر شہر کے وسط میں گنجان آباد علاقے میں تھا۔ یہاں کوئی پراسرار کھیل شروع تھا۔ لکٹ لے کر عہد گریٹا کے ساتھ تھیٹر ہال میں آیا اور آگے والی کرسیوں پر بیٹھ

گیا۔

خادمہ خاموش خاموش تھی۔ ہال میں روشنی ہو رہی تھی۔ ابھی کھیل شروع نہیں ہوا تھا۔ غبر خادمہ سے باتیں کرنے لگا۔

وہ بھی اس خیال سے کہ کہیں اس کی پریشانی سے غبر کو شک نہ پڑ جائے۔ اس سے مسکرا مسکرا کر باتیں کرنے لگے۔

کھیل شروع ہو گیا۔ مزید اڑرامہ تھا۔ غبر شوق سے دیکھتا رہا۔ اٹھول ہوا تو وہ کافی پینے لاؤنج میں آگئے یہاں ایک بڑے کئے پہلوان سے آدی نے خادمہ کو چھیڑ دیا۔

اس نے خادمہ کے بالوں کو کھینچ کر کہا۔

”بڑے خوبصورت بال ہیں تمہارے! کاش تم مجھ سے شادی کر لو۔“

خادمہ کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔ غبر نے اس بھینسے نما انسان کو کچھ نہ کہا۔ کیونکہ اس ملک میں عورتوں کے ساتھ مرد اس قسم کی باتیں کر لیا کرتے تھے۔

بلکہ وہ زبردست مسکراتا رہا۔ مگر اب اس نے حد سے بڑھ کر بد مذاقی بلکہ کمینگی اثبوت دیا اور گریٹا کو بازو سے پکڑ کر زور سے اپنی طرف کھینچا۔

گریٹا کا ہیٹ زمین پر گر پڑا۔ اس نے چیخ مار کر

پراسرار انسان (عزناگ ماریا قسط نمبر 60)

ایک تھپڑ موٹے باکسر کو مار دیا۔

موٹے باکسر کو غصہ آ گیا۔ اس نے بھی گریٹا کو تھپڑ مار دیا۔ اس کے تھپڑ سے بے چاری گریٹا زمین پر گر پڑی۔

عزنا ب زیادہ دیر برداشت نہ کر سکتا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر بھیٹسا نما انسان کے پیٹ میں ایک ایسا مکا مارا کہ وہ دہرا ہو کر زمین پر بیٹھ گیا۔

مگر وہ پھر تیزی سے اٹھا اور عزنا پر مکوں کی بارش کر دی۔

لوگ خوف زدہ ہو کر پرے پرے ہٹ گئے لیکن عزنا پر اس کے طوفانی مکوں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

پراسرار انسان (عزناگ ماریا قسط نمبر 60)

عزنا نے جواب میں ایک مکا بھیٹسے کے سر پر مارا تو وہاں سے خون جاری ہو گیا۔

بھیٹسے نما انسان نے تڑپ کر جیب سے چھرا نکال لیا اور عزنا کی طرف بڑھا۔

لوگوں کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ وہ اور زیادہ پرے پرے ہٹ گئے۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ یہ پہلوان بھیٹسا عزنا کو ایک منٹ میں ہلاک کر دے گا۔

گریٹا بھی گھبرا گئی مگر دل میں وہ یہ چاہتی تھی کہ عزنا قتل ہو جائے تاکہ پھر وہ بڑی آسانی سے بوڑھے جارج کو ہلاک کر کے اس کی جائیداد پر قبضہ کر سکیں۔

پراسرار انسان (عزراگ ماریا قسط نمبر 60)

پہلوان باکسر چھو لیے عزرا کی طرف خونخوار نظروں سے دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

عزرا اپنی جگہ پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ لوگ بڑے حیران تھے کہ یہ نوجوان اپنے بچاؤ کے لیے کچھ نہیں کر رہا اور مسکرائے جا رہا ہے۔

ایک عورت نے چیخ کر کہا۔

”نوجوان تم بھی اپنا بچاؤ کرو۔“

عزرا نے کوئی جواب نہ دیا اور اسی طرح مسکراتا رہا۔ پھر اس نے گینڈے پہلوان سے کہا۔

”بد صورت گینڈے! چھرا لے کر بھاگ جاؤ۔“

پہلوان باکسر نے غرا کر کہا۔

پراسرار انسان (عزراگ ماریا قسط نمبر 60)

”میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تمہاری لاش پر سے گزر کر یہاں سے واپس جاؤں گا۔ تم نے میری بے عزت کی ہے۔ میں اپنی بے عزتی کا بدلہ لوں گا۔“

عزرا نے اسے پھر کہا۔

میں ایک بار پھر سب لوگوں کے سامنے تمہیں خیردار کرتا ہوں کہ اپنی جان بچا کر بھاگ جاؤ۔

میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔

گینڈے نے طیش میں آ کر چھرا ہرایا۔

”میں ایک بار پھر کہہ رہا ہوں یہاں سے بھاگ جاؤ۔“

اس نے عزرا پر وار کیا لیکن عزرا کو کوئی اثر نہ ہوا۔

عبر نے مسکرا کر کہا۔

”میں نے کپڑوں کے اندر لوہے کی جالی پہن رکھی ہے۔ ایسے موقعوں پر میں ہمیشہ لوہے کی جالی پہن کر گھر سے نکلا کرتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ اس قسم کی جگہوں پر بد معاشوں سے مٹھ بھینٹ ہو جایا کرتی ہے۔“

گریٹا نے سوچا کہ وہ اپنے ساتھی قاتل کو بتا دے گی کہ جارج کا مہمان رات کو لوہے کی جالی پہن کر سوتا ہے۔

کیونکہ عبر نے اسے بتایا تھا کہ وہ رات کو بھی یہ جالی اپنے جسم سے جدا نہیں کرتا۔

اور اب تو میں ایک جالی جارج کو بھی پہنا رہا ہوں۔

کیونکہ تمہیں تو معلوم ہی ہے۔ اس کے رشتہ دار اس کی جان کے پیچھے پڑے ہیں۔ کوئی پتا نہیں کہ کس رات اس پر حملہ ہو جائے کیا خیال ہے تمہارا گریٹا؟ میں نے ٹھیک سوچا ہے ناں؟۔

”کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔ بالکل ٹھیک خیال ہے آپ کا۔“

گریٹا نے چونک کر کہا۔ وہ اپنے خیالوں میں گم ہو گئی تھی۔ اگر بوڑھا جارج لوہے کی جالی پہن کر سوتا تو اسے قتل کرنا مشکل ہو جاتا۔

خدا کا شکر ہے کہ ابھی اس نے لوہے کی جالی پہننی شروع نہیں کی تھی۔ پھر بھی اس نے عزیز سے پوری طرح تصدیق کرنی چاہی۔
اس نے کہا۔

”ہمارے عظیم مالک کو یہ لوہے کی جالی ضرور لا دیجئے۔“

”ہاں کل پرسوں تک جالی تیار ہو جائے گی۔“

عزیز نے کہا۔

وہ خود گریٹا کو یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ بوڑھا جارج

آج کل لوہے کی جالی پہن کر نہیں سوتا۔ کیونکہ وہ

جارج کے دشمنوں کو اس حالت میں ختم کرنا چاہتا تھا۔

جب وہ اس کی جانب پر قاتلانہ حملہ کر رہے ہوں۔ اس طرح سے جارج کو بھی یقین آ جاتا کہ عزیز نے اس کے قاتل کو مارا ہے اور یہ کہ اس کا بھتیجہ بے گناہ نہیں ہے۔

گھڑیاں رات کے گیارہ بج رہی تھیں۔ جب ان کی بند بگھی بوڑھے جارج کے عالیشان مکان کے باہر آ کر رکی۔

عزیز نے گریٹا کا ہاتھ تھام کر اسے بگھی میں سے اتارا اور اوپر جارج کے پاس آ گیا۔ بوڑھا جارج اس کا انتظار کر رہا تھا۔

گریٹا نے اسی وقت کھانا لا کر چن دیا۔ وہ اپنی

طرف سے بوڑھے جارج کو اس کی زندگی کا آخری کھانا دے رہی تھی۔
”تھیٹر کیسار ہا عزنا؟“۔

عزنا نے اس گینڈے بدمعاش کا واقعہ نہ سنایا۔
اس لیے کہ جارج کہیں پریشان نہ ہو۔ ویسے بھی
تھوڑی دیر بعد وہ اسے اپنے قتل کی سازش کے
بارے میں بتاتے والا تھا۔

گریٹا چلی گئی۔ وہ دونوں کھانے سے فارغ
ہو گئے تو عزنا نے سوچا کہ بوڑھے جارج پر اب یہ راز
فاش کر دینا چاہیے کہ آج رات اس پر قاتلانہ حملہ
ہونے والا ہے۔

جب عزنا نے بوڑھے جارج پر یہ راز ظاہر کیا تو وہ
اس کا منہ تکتا رہ گیا۔

”اوہ نہیں عزنا! مائیکل ایسا نہیں کر سکتا۔ میں نے
اس کے ساتھ ہمیشہ اپنے بچوں ایسا سلوک کیا ہے۔
میں نے تو اپنی وصیت میں اس کے لیے ایک لاکھ
پاؤنڈ کا ترکہ بھی لکھوا رکھا ہے۔“

مائیکل نام تھا بوڑھے جارج کے چھوٹے بیٹے کا
جس نے گریٹا کے ساتھ مل کر اسے قتل کر دینے کا
منصوبہ بنایا تھا اور جو رات اسے ہلاک کرنے کے لیے
آ رہا تھا۔

عزنا نے کہا۔

”بہر حال آج رات فیصلہ ہو جائے گا۔ مائیکل آپ کو قتل کرنے کے لیے آرہا ہے۔“
بوڑھے جارج نے کہا۔

”کیا گریٹا بھی اس سازش میں شریک ہے؟“
”کیوں نہیں۔ وہی آپ کے کمرے کی کھڑکی کھلی رکھے گی تاکہ مائیکل خنجر ہاتھ میں لیے آسانی سے آپ کی خواب گاہ میں داخل ہو سکے۔“

بوڑھے جارج کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔
”میں ابھی اس بد بخت نوکرانی کو پولیس کے حوالے کرتا ہوں۔“

غبر نے آہستہ سے کہا۔

نہیں نہیں انکل جارج! ایسا ہرگز نہیں کرنا۔
ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس طرح سے یہ لوگ صاف بچ جائیں گے اور موت کا خطرہ آپ کے سر پر ہمیشہ منڈلاتا رہے گا۔

پھر یہ لوگ کسی دوسرے طریقے سے آپ کی زندگی کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔
”تو پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟“

غبر نے کہا۔

”جس طرح میں کہتا ہوں، آپ اسی طرح کریں تاکہ آپ اپنی آنکھوں سے اپنے اوپر قاتلانہ حملہ ہوتے دیکھ سکیں۔“

”تمہارا کیا مطلب ہے؟“۔

”مطلب یہ ہے کہ آپ کے بستر پر آج رات میں سوؤں گا۔ آپ اسی کمرے میں دوسری جگہ موجود ہوں گے اور اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ آپ کا بھتیجہ مائیکل خنجر لیے کھڑکی میں سے اندر آئے گا اور مجھ کو جارج سمجھتے ہوئے حملہ کرے گا۔ پھر آپ کو یقین آ جائے گا۔“

”لیکن عزنا!۔۔۔“

”فکر نہ کریں۔ آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ مجھ پر کوئی ہتھیار اثر نہیں کرتا۔ یہ لوگ مجھے ہلاک نہیں کر سکتے لیکن یوں وہ رنگے ہاتھوں پکڑے جاسکتے ہیں اور

اگر آپ کہیں تو میں مائیکل کو اسی وقت ہلاک کر سکتا ہوں۔“

بوڑھے جارج نے کہا۔

”میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ اگر وہ میری جان کا دشمن ہے تو میں اسے گمبھی معاف نہیں کرنا چاہتا۔“

تم بے شک اسے ختم کر دینا تا کہ یہ خطرہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ٹل جائے۔

”اور گریٹا کے بارے میں کیا حکم ہے۔ کیونکہ وہ مائیکل کے بڑے بھائی سے بھی بعد میں ساز باز کر سکتی ہے۔“

بوڑھے پکتان نے کہا۔

اپنے کمرے میں آ گیا۔

”میں اسے بھی زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا۔“

بوڑھا جارج بستر پر لیٹ گیا اور یونہی آنکھیں بند

تو پھر ٹھیک ہے۔ اب آپ آرام سے بستر پر

کر کے خراٹے لینے لگا۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور

لیٹ جائیں۔ تھوڑی دیر بعد گریٹا یہاں آئے گی۔

خادمہ گریٹا اندر داخل ہوئی۔

آپ یہی ظاہر کریں کہ گہری نیند سو رہے ہیں۔

موم بتی میز پر جل رہی تھی۔ گریٹا دبے پاؤں چلتی

وہ جھک کر آپ کو دیکھے گی۔ جب اسے یقین ہو

جارج کے بستر کے قریب آ کر رک گئی۔ کمرے میں

جائے گی کہ آپ سو رہے ہیں تو وہ آپ کی کھڑکی کی

جارج کے خراٹوں کی آواز گونج رہی تھی۔

چٹخنی اندر سے کھول دے گی۔ اس کے بعد میں آپ

اس نے جھک کر بوڑھے جارج کے چہرے کو

کی جگہ بستر پر آ جاؤں گا۔

دیکھا۔ جارج گہری نیند سو رہا تھا۔

”ٹھیک ہے اب تم جاؤ۔“

کم از کم ماریا نے یہی محسوس کیا۔ وہ دبے پاؤں

عزیز بوڑھے انکل کو اس کی خواب گاہ میں چھوڑ کر

چلتی کھڑکی کی طرف گئی۔ اس نے بڑے آرام سے

کمری پر پاؤں رکھ کر کھڑکی کی چٹنی کھول دی۔ اور
دبے پاؤں چلتی خواب گاہ سے باہر نکل گئی۔
غبر اپنے کمرے کے دروازے کے ساتھ لگا باہر
گریٹا کے قدموں کی چاپ سنتا رہا۔ جب اس نے
گریٹا کے کمرے کے بند ہونے کی آواز سنی تو وہ اپنے
کمرے سے نکل کر چپکے سے بوڑھے جارج کی خواب
گاہ میں آ گیا۔

جارج نے آہستہ سے کہا۔
”غبر! تم آ گئے؟“

”ہاں انکل جارج! تم جلدی سے بستر سے اٹھ کر
سامنے الماری کے پاس پردے کے پیچھے چھپ جاؤ۔

قاتل آنے ہی والا ہے۔“

بوڑھا جارج اسی وقت بستر سے اٹھا اور الماری
کے ساتھ والے بند دروازے کے پردے کے پیچھے جا
کر چھپ گیا۔

غبر انکل جارج کے بستر میں گھس گیا اور اس نے
کبل اپنے منہ پر کر لیا۔ خواب گاہ میں گہری خاموشی
چھا گئی۔

بوڑھا جارج پردے کے پیچھے کھڑا تھا۔ اور اس کا
بوڑھا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ وہ اپنی
آنکھوں کے سامنے ابھی تھوڑی دیر میں اپنے قتل کا
منظر دیکھنے والا تھا۔

سارے مکان پر گہری خاموشی تھی۔ سوائے
جارج کی خواب گاہ کی دھندلی روشنی کے باقی سارے
مکان کی روشنیاں گل تھیں۔

گھڑیاں نے رات کے بارہ بجائے۔ مکان سے
ذرا دور جھاڑیوں میں ایک سایہ مکان کی طرف بڑھتا
نظر آیا۔

یہ مائیکل تھا۔ وہ سیاہ کپڑوں میں تھا اور ایک لمبا
تیز خنجر اس نے اپنی جیب میں چھپا رکھا تھا۔ مکان کے
قریب آ کر وہ اس کھڑکی کے نیچے ہو گیا جو بوڑھے
جارج کی خواب گاہ میں کھلتی تھی۔

رات کے اندھیرے میں اسے کھڑکی کے پردوں

میں سے موم بتی کی دھندلی دھندلی روشنی باہر نکلتے
دیکھی۔ یہ کھڑکی دوسری منزل پر تھی۔

ایک مضبوط پرانی ٹیل کھڑکی تک چلی گئی تھی۔
قاتل نے ٹیل کے مضبوط تنے کا سہارا لے کر
دیوار پر چڑھنا شروع کر دیا۔ کھڑکی کے قریب پہنچ کر
اس نے آہستہ سے کھڑکی کو دبایا۔

اس کا پٹ اندر کی طرف کھل گیا تھا۔ قاتل مائیکل
نے تھوڑا سا سر نکال کر اندر دیکھا۔ خواب گاہ کے کونے
والے میز پر چاندی کے شمع دان میں موٹی موم بتی جل
رہی تھی۔

اس کی روشنی میں اس نے دیکھا کہ بوڑھا جارج

بستر پر کھل اوڑھے سو رہا ہے۔ اس کے ہلکے ہلکے
خراٹوں کی آواز آ رہی تھی۔

قاتل کے چہرے پر کامیابی کی مسکراہٹ آ گئی۔
اس بڑھے کو قتل کر دینے کے بعد وہ اس کی جائیداد کا
مالک بن جائے گا اور پھر گریٹا اور اپنے بڑے بھائی کو
قتل کر دے گا۔

یوں کروڑوں روپے کی جائیداد اس کے قبضے میں
آ جائے گی۔

وہ کھڑکی میں سے خواب گاہ میں آ گیا۔ بوڑھا
جارج پروے کے پیچھے دم سادھے کھڑا تھا اور یہ منظر
ذرا سا پردہ ہٹا کر موم بتی کی روشنی میں صاف دیکھ رہا

تھا۔

اب اسے یقین آ گیا تھا کہ اس کے قتل کی
بھیانک سازش کی گئی تھی۔ خنجر قاتل مائیکل کے ہاتھ
میں چمک رہا تھا۔

مائیکل آہستہ آہستہ بوڑھے جارج کے بستر کی
طرف آ گیا اور پلنگ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔
اس نے حملہ کرنے سے پہلے خواب گاہ میں ایک نظر
ڈال کر دیکھا۔

شاید وہ اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ وہاں کوئی نہیں
ہے۔ بظاہر وہاں کوئی تیسرا آدمی نہیں تھا۔

ادھر خادمہ گریٹا بھی دل پر ہاتھ رکھے بوڑھے

جارج کی رات کی خاموشی میں بلند ہونے والی خوفناک چیخ کی آواز کا انتظار کر رہی تھی۔

قاتل نے پلک جھپکتے میں خنجر والا ہاتھ اوپر اٹھایا اور لحاف کے اندر سونے ہوئے بوڑھے جارج یعنی

عزیز کے سینے پر پوری طاقت سے مار دیا۔

خنجر گویا کسی پتھر سے ٹکرا کر اچٹ کر نیچے گر پڑا۔

اور قاتل کا ہاتھ پھسل گیا۔

اسی لمحے عزیز نے چہرے پر سے لحاف ہٹایا اور اٹھ

کر قاتل کا ہاتھ تھام لیا۔

”انکل جارج! پردے کے پیچھے سے نکل

آئیں۔ اب چھپنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“

قاتل دم بخود ہو کر رہ گیا۔ اس کی سازش بے

نقاب ہو چکی تھی۔ تڑپ کر اس نے عزیز سے اپنا بازو

چھڑایا اور خنجر اٹھا کر پردے کے پیچھے سے نکلتے ہوئے

جارج پر حملہ کر دیا۔

اگر عزیز بستر پر سے اچھل کر قاتل مائیکل کی گردن

پر نہ گرتا تو جارج کا کام تمام ہو چکا تھا۔

قاتل اور عزیز گتھم گتھا ہو گئے۔ قاتل کے ہاتھ میں

خنجر تھا۔ اس نے عزیز پر پے در پے وار کرنے شروع کر

دیئے مگر عزیز کا بھلا کیا بگڑ سکتا تھا؟

مائیکل یہ دیکھ کر دہشت زدہ ہو گیا کہ خنجر عزیز کے

جسم میں بالکل نہیں جا رہا تھا۔

اس کا اپنا ہاتھ خنجر لگنے سے شدید زخمی ہو گیا۔
 بوڑھے جارج نے اس دوران میں الماری میں سے
 اپنا بارود والا پستول نکال لیا تھا۔
 اس کو یہ خیال آ گیا تھا کہ یہ شخص عزیز کو ہلاک کر
 دے گا۔ چنانچہ جارج نے پستول قاتل کے سر کے
 ساتھ لگا کر چلا دیا۔
 ”آہ۔۔۔“

ایک دھماکہ ہوا اور ہلکی سی آہ کے ساتھ مائیکل
 فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

ادھر گریٹا نے جب پستول چلنے کی آواز سنی تو گھبرا
 گئی۔ مائیکل تو خنجر لے کر آیا تھا پھر یہ پستول کس نے

چلا دی۔

خنجر کا زخم ٹھیک نہ لگا ہو گا۔ اس لیے مائیکل نے
 پستول سے بوڑھے جارج کو ہلاک کر دیا ہے۔ وہ بڑی
 خوشی ہوئی لیکن ایسا منہ بنا کر جیسے پستول کی آواز سن کر
 بہت پریشان ہو وہ جارج کی خواب گاہ کی طرف
 بھاگی۔

کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وہاں ایک مہمان یعنی عزیز
 بھی ٹھہرا ہوا ہے۔ اس پر یہ ظاہر نہیں ہونا چاہیے کہ
 گریٹا خوش ہے۔

جب وہ تیزی سے دروازہ کھول کر جارج کی
 خواب گاہ میں بظاہر پریشان چہرہ لیے داخل ہوئی تو وہ اور

زیادہ بلکہ صحیح معنوں میں پریشان ہو گئی۔

کیونکہ اس نے دیکھا کہ فرش پر مائیکل کی لاش پڑی تھی اور بوڑھا جارج پستول کی نالی صاف کر رہا تھا۔

اس نے نالی کا رخ خادمہ کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

”آ جاؤ گریٹا! تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔ کیا خیال ہے عزیز! اس آستین کی ناگن کے ساتھ ہمیں کیا سلوک کرنا ہے۔“

عزیز نے کہا۔

”وہی جو ہم نے مائیکل کے ساتھ کیا ہے۔“

”ہاں ہاں بالکل صحیح کہا۔ میں نے پستول میں بارود بھر لیا ہے۔ گریٹا! مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“

گریٹا سب کچھ سمجھ گئی تھی۔ کہ بھانڈا پھوٹ گیا ہے۔ اور یہ بوڑھا کپتان اب اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ وہ ایک دم اس کے قدموں پر گر پڑی۔

میرے مالک! مجھے معاف کر دیں۔ مجھے مائیکل نے ورغلا دیا تھا۔ میری ماں نے آپ کے خاندان کی بڑی خدمت کی ہے۔

اس کی خاطر مجھے معاف کر دیں۔ میں نے گناہ کیا ہے۔ مجھے بخش دیں۔ میں مائیکل کی باتوں میں آ گئی تھی۔

میں آپ کے پاؤں پڑتی ہوں۔ مجھے میری مری ہوئی ماں کی خدمت کے عوض معاف کر دیں۔ میں یہاں سے دور چل جاؤں گی اور کبھی آپ کو اپنا منہ نہیں چہرہ نہ دکھاؤں گی۔

عزیز نے کہا۔

”انکل اس ناگن کو ہرگز معاف نہ کرتا۔ یہ کبھی نہ کبھی ضرور ڈسے گی۔“

لیکن بوڑھے کپتان کے دل میں گریٹا کی ماں کا خیال آ گیا جس نے جارج کے خاندان کی بڑی خدمت کی تھی۔

اس نے پستول جیب میں رکھ لی اور کرسی پر بیٹھ

گیا۔

”یہ کیا کر رہے ہیں انکل؟“

بوڑھے جارج نے پائپ سگاتے ہوئے کہا۔
 ”عزیز بیٹا! میں نے اس لڑکی کو معاف کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس کے خاندان نے ہمارے گھر کی بڑی خدمت کی ہے۔ اب میں اسے قتل نہیں کر سکتا۔“
 خادم گریٹا نے ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے کہا۔

”میں آپ کا یہ احسان ساری زندگی فراموش نہیں کروں گی۔ میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔ پھر کبھی اس گھر کا، اس شہر کا رخ نہ کروں گی۔“

بوڑھے جارج نے ڈانٹ کر کہا۔

کان کھول کر سن لو۔ تمہیں ابھی، اسی وقت اس گھر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکل جانا ہوگا اور پھر کبھی اپنی منحوس شکل ہمیں نہیں دکھانی ہوگی۔

یہ شخص اپنے انجام کو پہنچ گیا ہے۔ یہ مجھے ہلاک کرنے آیا تھا۔ خدا نے مجھے بچا لیا اور یہ خود مارا گیا۔ لیکن اگر میں نے دوبارہ تمہیں اس شہر میں دیکھا تو یاد رکھو میں تمہیں ہرگز ہرگز زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

خادمہ نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

”میں ابھی چلی جاتی ہوں حضور! اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہیں کروں گی۔“

عزرا سے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا مگر بوڑھے جارج

کی وجہ سے مجبور ہو گیا۔

گریٹا اسی وقت وہاں سے نکل گئی۔ مکار خادمہ سیدھی وہاں سے مائیکل کے بڑے بھائی کے پاس پہنچی اسے سارا واقعہ سنا دیا۔

بڑے بھائی ہنری کا خون کھول اٹھا وہ اسی وقت جارج کو قتل کرنے کے لیے جانے لگا مگر گریٹا نے اسے سمجھایا کہ ابھی وقت نہیں ہے۔

پہلے مجھے یہاں چھپا لو اور پھر باقاعدہ ایک سازش بنا کر ان دونوں کو قتل کریں گے کہ سانپ بھی مر جائے اور ہم بھی گرفتار نہ ہو سکیں۔

- ☆ کیا مہر خادمہ کے ہاتھوں قتل ہو گیا؟
- ☆ ماریا کو جہاز لے کر کہاں پہنچ گیا تھا؟
- ☆ تاگ کے ساتھ اس شہر میں کیا گزری؟
- ☆ یہ آپ 61 ویں قسط میں پڑھئے۔